

پرفرو مشمول تھا مگر

ڈا فاطمہ عنبرین

www.paksociety.com

www.paksociety.com

سفر تو مشکل تھا مگر

بس لمحے بھر کی بات تھی مگر مزہ کو لگا تھا، وہ لمحہ صدیوں پر محیط ہو گیا ہے اور اب گھڑی کی منجھد سوئیاں کبھی آگے نہیں بڑھ سکیں گی۔ بہت عام سی روز ہونے والی باتوں کی طرح ایک بات اس اوباش سے نوجوان نے تیزی سے بایک اڑاتے ہوئے اس کا اسکارف کھینچا تھا اور مزہ کے تیزی سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے محض ہلکا سا جھٹکا لگا تھا اسے۔ مگر مزہ لمحہ بھر کو ساکت سی ہو گئی تھی اور سکتہ ٹوٹے ہی غم و غصے کی شدت نے جو پہلا عمل کروایا وہ یہ تھا کہ اس نے قریب ہی پڑے پتھر کو اٹھایا اور زور سے اس بایک کی طرف پھینکا تھا۔ وہ پتھر اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی زمین بوس ہو گیا۔

"آوارہ، بد تمیز؛" وہ لرزتی آواز میں چلائی تھی۔

چند لوگوں نے مڑ کر یہ تماشا دیکھا، کچھ نے آپس میں مکالموں کا تبادلہ کیا اور پھر سب نے اپنی اپنی راہ لی۔

"ہمیں کیا؟" کانیون سائن اس سڑک پر چلنے والے ہر فرد کے ماتھے پر چمک رہا تھا۔ بے حسی اور لا پرواہی کے سمندر میں غرق انسانوں کا ہجوم اپنی اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں تھا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلا وجہ آپ اپنی انرجی ضائع کر رہی ہیں، آپ کا پھینکا ہوا یہ پتھر آپ کے مجرم کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی آپ کی صدا کسی کو جگا سکے گی۔"

منزہ نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔ دھندلے سے منظر نے اسے محسوس کروایا کہ اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

"جس قوم میں آپ جیسے بے حس اور غیر ذمہ دار لوگ ہوں، اسے کوئی نہیں جگا سکتا۔" مزہ نے یقیناً اپنا غصہ اس پر اتارا تھا۔

سفر تو مشکل تھا مگر

فاطمہ عنبرین

"یقیناً آپ نے درست فرمایا ہے۔" اس نے ڈھٹائی سے سر ہلادیا۔ "ویسے میں آپ کو گھر تک چھوڑ سکتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں۔" اس نے پلٹتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سو مچ؛ دفع ہو جائیں آپ، مجھے بس میں سفر کرنے کی عادت ہے۔" وہ اتنی بد تمیز صرف غصہ کی انتہا پر ہوتی تھی۔

اچانک ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا، مزہ دہل کر پیچھے ہٹی مگر وہ نیچے جھک کر کچھ اٹھا رہا تھا۔

"آپ کا قلم؛ حفاظت کیا کریں، بہت قیمتی چیز ہے یہ۔" اس نے قلم اٹھا کر مزہ کی طرف بڑھایا۔

مزہ نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے قلم لے لیا، وہ ٹوٹ چکا تھا۔

"یہ واقعی بہت قیمتی تھا۔" ایک بے بس سی نظر اس سمت اٹھی تھی جہاں وہ بانیک گئی تھی، ٹریفک کا ایک سیلاب رواں دواں تھا۔

"قلم کی قیمت لکھنے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ورنہ اس کا قیمتی ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ویسے میں بہت سنجیدگی سے آفر کر رہا ہوں۔ آپ ڈسٹرب ہیں، میں گھر تک چھوڑ دوں گا۔" مزہ نے اس بار بغور اسے دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کی چھاپ تھی۔

"میری کیب میں سفر کرنے کا کرایہ ادا کر دیجئے گا بے شک۔ آئیے پلیز۔" مبہم سا مسکراتے ہوئے اس نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا۔

"کس قدر بے حس لوگ ہیں، ارد گرد ہونے والا کوئی واقعی کسی پر اثر نہیں کرتا۔ یہ غیرت و ناموس کے لیے جان دینے والی قوم تھی اور اب جیسے کوئی بات قابل ذکر ہی نہیں ہے۔" نزہہ دکھ کی شدت کو مسلسل بڑھاتا محسوس کر رہی تھی۔

زندہ لاشوں کی اک بھیڑ چاروں طرف

موت سے بھی بڑا حادثہ زندگی ہے

تو جناب؛ واقعات زندہ پر اثر کرتے ہیں مردوں پر نہیں۔ ہم اور ہمارے احساسات مر چکے ہیں۔ اب ہمیں دوبارہ زندہ ہونے کا انتظار ہے، صور اسرافیل پھونکے جانے کا۔" اس نے سیگریٹ سلگاتے ہوئے سنگ دلی سے کہا تو وہ مزید اندر تک کھول گئی۔

"بہت خوش کن اطلاع ہے میرے لیے۔ مبارک ہو اور آپ کو تمیز ہونی چاہیے۔ پڑھے لکھے ہیں آپ۔ کم از کم مسافر بیٹھا ہو تو سیگریٹ نہیں پینا چاہیے۔ ویسے تو خیریوں بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔" اس نے بغیر لحاظ کے لتاڑا تھا۔

"آپ ذرا راستوں پر دھیان دیجئے میڈم؛ اجنبیوں پر اعتبار نہیں کرتے۔" وہ جیسے اپنی ہی بات کا مزہ لیتے ہوئے ہنسا تھا۔ اس کی بات ناک پر بیٹھی مکھی کی طرح اڑادی گئی تھی۔

مزہ کھول کر رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔ گھر آ گیا تو وہ اتر کر اپنا بیگ کھولنے لگی۔

"رہنے دیں۔ اگلی بار سہی۔" وہ زن سے کیب اڑا کر لے گیا۔ مزہ پکارتی رہ گئی۔

"آج صبح شیری کے اسکول سے فون آیا، اس کا پیٹ کچھ گڑبڑ تھا۔ اس لیے نیکر خراب ہو گیا ہے۔ براہ مہرمانی آپ اس کے کپڑے لے کر آجائیں۔ ہماری ماسی آج جلدی چلی گئی ہے۔"

فرحانہ چائے بناتے ہوئے غنشی سے باتیں کر رہی تھی۔ مزہ کمرے سے باہر آئی تو پکوڑوں کے ساتھ چائے کی ملی جلی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔

"تو بھابھی؛ آپ نے کہا ہوتا کہ بھلا ہم کہاں سے آجائیں۔ گھر میں سو کام ہوتے ہیں۔" رخنشی نے سنہری پکوڑے کڑا ہی سے نکال کر پلیٹ میں رکھے۔

"کہا۔ سب کہا۔ مگر کوئی آپشن نہیں تھا۔ جانا پڑا مجھے۔" مزمنہ کچن میں داخل ہوئی اور فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی انڈیلنے لگی۔

"یہ تم کیوں خاموش ہو بھی؟ خیریت؟ کیا آج کا پیپر گڑبڑ ہو گیا ہے؟" فرحانہ کی نظر اس پر پڑی تو بول اٹھی۔
"جب سے کالج سے آئی ہے اسی کیفیت میں ہے۔" رخصتی نے کہا۔

"آپ بتائیں پھر کیا ہوا؟" اس کا دھیان فرحانہ کی ادھوری بات میں اٹکا ہوا تھا۔

"ہونا کیا ہے۔ میں گئی اسکول اور شہریار کو واش روم لے کر گئی چیکنج کروانے۔ اف؛ یقین کرنا اتنا گندواش روم، میرا دم گٹھنے لگا، اوپر سے سائز اتنا چھوٹا کہ چیکنج کرنے کے دوران دوبار مجھے دروازے کے ہینڈل سے چوٹ لگی۔ اتنی بد نظمی کہ مت پوچھو۔" فرحانہ غصے میں بھری ہوئی تھی۔

"اتنے میں چھٹی ہو گئی ایک دوپیر منٹس کو میں نے ساری کنڈیشن بتائی اور کہا کہ میں اکیلے بات کروں گی تو شاید اتنا سنجیدگی سے نہ سنیں یہ لوگ، ہم دو چار مل کر بات کرتے ہیں۔ میں نے شیر کی صفائی ٹیچر کے واش روم میں کی ہے، بچوں والے واش روم میں تو پانی تک نہیں آتا؛ انتہا ہے کہ نہیں؟ سب نے بات سنی۔ ہمدردی بھی کی مگر ہیڈ سر سے بات کرنے پر کوئی راضی نہیں ہوا۔ گویا آپ کا مسئلہ ہے آپ بھگتیں۔ ہمیں کیا؟" اور مزمنہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

"ہمیں کیا" کی ہی تو ڈیسی ہوئی تھی وہ۔ آج سڑک پر مارے غصے کے جو بھی کیا ہو مگر گھر آکر تو وہ منہ سے بھاپ نکالنے کی روادار نہیں تھی کہ اگلے دن سے اماں گھر بیٹھا لیتیں ان سے کچھ بعید نہ تھا اور اس کا ماسٹر ز کرنے خواب کبھی پورا نہیں ہو پاتا۔

"چلو مزمنہ آجاؤ، لاؤنج میں چائے پیتے ہیں مل کر۔ اماں کو بھی بلاؤ اور مجھے یہ بتاؤ کہ کیوں صم بکھ بنی ہوئی

ہو؟"

فرحانہ اور رخصتی ٹرے اٹھائے آگے پیچھے باہر نکلیں۔ فرحانہ نے اسے مخاطب کیا تھا اب اس کی پوری توجہ مزمنہ کی طرف تھی۔

"کچھ خاص نہیں بھا بھی؛ یونہی طبیعت گری گری سی ہے۔ پیپر اچھا ہوا ہے، بس آخری رہ گیا ہے تین دن بعد ہو گا پھر فائنل ایئر مکمل پھر میرا ماسٹر اسٹارٹ ہو گا انشاء اللہ۔" یہ خیال ہی بہت خوش کن تھا۔

"ویسے بھا بھی؛ ہماری قوم پہ چھائی بے حسی کا کوئی حل ہے کیا؟"

"اماں کو بلا کر لاؤ پھر سوچتے ہیں اس موضوع پر۔"

رخصتی نے کپ میں شکر ڈالتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ گئی۔

اماں نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھیں۔ وہ ان کے تخت کے پاس نیچے ہی بیٹھ گئی اور ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"کیا بات ہے مزمنہ؛ پریشان ہو گیا؟" اماں بھلا اس کو نہ پہچانتیں۔

اس نے بے اختیار نم ہونے والی آنکھوں کو پلکیں جھپک جھپک کر صاف کیا۔

"نہیں اماں یونہی۔ آپ چلیں نالاؤنج میں۔ آج پماری بھا بھیز نے زبردست سی چائے بنائی ہے۔ ساتھ میں پکوڑے، چھو لے اور سو جی کا مزیدار حلہ بھی ہے۔" وہ انہیں کھینچتے ہوئے باہر لے آئی۔

"ماشاء اللہ۔ آج تو بڑی رونق ہے بھی۔" وہ مسکراتے ہوئے رخصتی بھا بھی کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

کم ہی ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ فرحانہ اور رخصتی اکٹھے گھر پر ہوں۔ دونوں کی اپنی اپنی مصروفیات تھیں۔ فرحانہ کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی تینوں کی پڑھائی کی مصروفیات ہی کافی تھی اور رخصتی کی ایک بیٹی تھی تین سال کی۔ اسی سال ایڈمیشن ہوا تھا اس کا۔

رخصتی ذرا خاموش طبع اور دل کی دل میں رکھنے والی ریزروڈ طبیعت کی لڑکی تھی جبکہ فرحانہ بے حد دوستانہ سا مزاج رکھتی تھی۔ قدرے منہ پھٹ اور ہر کہہ جانے والی۔

"اماں؛ وہ۔ میں ذرا امی کی طرف جانا چاہ رہی تھی۔"

چائے کے دوران ماحول خوشگوار دیکھ کر رخصتی نے خاصی ہمت کر کے کہا تو حسب دستور اماں کے چہرے کا رنگ بدل سا گیا۔

"ایک دن رکوں گی پھر آجاؤں گی۔" رخصتی مجرموں کے سے انداز میں بول رہی تھی۔

فرحانہ اور مزنہ کی نگاہیں لمحہ بھر کو ملیں، پھر مزنہ نے چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ فرحانہ تاسف سے رخصتی کو دیکھ رہی تھی۔

"اس ہفتے تو سامعہ آرہی ہے۔ تم سے اور صدف سے بہت پیار کرتی ہے وہ اور اس کے دونوں بچے، خیر مرضی ہے تمہاری۔ اماں کا یہی جواب متوقع تھا۔

"تو بھابھی ایک دن میں آجائیں گی ناں۔ آپی تو دو دن رکیں گی۔" مزنہ اپنی فطرت سے مجبور تھی، آخر بول پڑی۔

"تم نہ بولا کرو ہر بات میں۔ بچی ہوا بھی۔ عجیب ہوا چل پڑی ہے، کسی کا ادب لحاظ نہیں رہا۔"

اماں نے چائے پی لی تھی اور اب مزنہ کو ڈانٹ کر اپنے کمرے کی طرف جارہی تھیں۔ ان کے جاتے ہی رخصتی بھی وہاں سے اٹھ گئی۔ اچھا بھلا ماحول خراب ہو چکا تھا۔

"مسئلہ سارا یہ ہے کہ چھوٹی بھابھی بات شروع ہی مجرموں کی طرح کرتی ہیں۔ ڈر ڈر کر۔ ارے جانا ہے

۔ اماں کے یہاں تو جانا ہے اس میں ڈر نا گھبرانا کیا؟" مزنہ نے فرحانہ سے کہا جو آرام سے بچے کچے پکوڑے کھانے میں مصروف تھی۔

تینوں بچے ٹیوشن کے لیے گئے تھے۔ رات میں وہ خود پڑھاتی تھی اور ہوم ورک کے لیے قریب ہی ٹیوشن پڑھنے بٹھا رکھا تھا۔

"سویٹ نندجی؛ ابھی آپ بہت سی پرابلمز کو سمجھ نہیں سکتیں۔ بہر حال رخصتی کا انداز ٹھیک نہیں۔ اب وہ جائے گی تو نہیں مگر گھر میں خوشگوار موڈ کے ساتھ نہیں رہے گی۔ جمال بھائی کو بھی زچ کرے گی اور صدف سے بھی ناراض سی رہے گی۔ ایک تو خواتین کو بچوں پر غصہ اتارنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔" فرحانہ برتن سمیٹنے لگی۔

"رہنے دیں بھابھی؛ میں سمیٹ کر دھودیتی ہوں۔ آپ دیر سے لگی ہوئی ہیں۔ ریٹ کر لیں۔ بلال بھائی کب آئیں گے؟" مزنہ نے اسے منع کرتے ہوئے برتن اس کے ہاتھ سے لے لیے۔

"چھ بجے تک آجائیں گے۔ آخری اطلاع آنے تک رے ع یہی وقت تھا۔ آگے دیکھو۔" فرحانہ مسکراتے ہوئے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کرنے لگی۔ مزنہ برتنوں کی ٹرے اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔

دوپہر والا واقعہ اس کے ذہن سے چپک سا گیا تھا۔ ہر تھوڑی دیر پر جیسے اس منظر کا فلیش بیک چل رہا تھا۔ بنیادی طور پر وہ ایک نڈر لڑکی تھی۔ حق بات کہنا اور سننا اسے بے حد پسند تھا۔ اگر اس کے سامنے کسی اور کے ساتھ یہ سب ہوا ہوتا تو وہ کم از کم تسلی تو ضرور دیتی اس لڑکی کو مگر۔۔۔۔۔؟

"زندہ لاشوں کی ایک بھیڑ چاروں طرف؛" کوئی آہستگی سے بولا تھا۔

"عجیب انسان ہے یہ بھی، کبھی طریقے سے بات نہیں کرتا۔ جانے کس بات کا غصہ ہے اسے؟ مگر اتنا شعور تو رکھتا ہے کہ ہم پر بے حسی طاری ہو رہی ہے۔" سنک دھو کر اس نے تولیے سے خشک کی اور باہر نکل گئی۔

"چاچو؛" فراز نے دروازے کے اندر قمر رکھا ہی تھا کہ زوردار نعرے کے ساتھ دونوں بچے اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئے۔

"ارے میرے شہزادے آئے ہیں۔" اس نے بے اختیار جھک کر دونوں کو پیار کیا۔

"ماما اور پاپا بھی آئے ہیں۔" علی نے بتایا تو اس نے اندر سے آتی آوازوں پر غور کیا۔ لمحے بھر میں اس کا موڈ بالکل بدل چکا تھا۔

"بھائی؛ بڑے بھیا آئے ہیں، امی کہتی ہیں، کھانا کھا کر جائیں گے۔" آثمہ فکر مند سی باہر آئی اور اسے دیکھتے ہی بول پڑی۔

"ضرور جائیں کھانا کھا کر، ان کا گھر ہے۔" وہ لاپرواہی سے کہتے ہوئے اندر جانے لگا۔

"بھائی؛"

آثمہ کی بے بسی قابل دید تھی۔ فراز کو لگا تھا کہ اسے کند چھری سے ذبح کر دیا گیا ہو۔ اس نے پلٹ کر اس بے بس لڑکی کو دیکھا۔ کچن کی طرف نظر ڈالی دیوار سی ٹکی ناہید اور صحن میں بلب کی زرد روشنی میں پڑھائی کرتی فضا دو کمروں پر مشتمل اس چھوٹے سے گھر میں بے بسی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چند نوٹوں کی موجودگی کا یقین کیا اور باہر نکل گیا۔ سارا دن ٹھنکی چلانے کے بعد دھاڑی کے جو چند سولے تھے اس سے انجام دیے جانے والے اس ن جو کام سوچے تھے، ان میں سے کچھ بھی نہ ہو سکا تھا۔

ابا کی دوائیں، امی کا بلڈ ٹیسٹ جو تین ماہ پہلے کرنا تھا، وہ آج تک نہ ہو سکا تھا، اور باقی کے پیسوں میں راشن کا دو دن کا سامان تو آہی جاتا۔ آج اللہ نے بڑا فضل کیا تھا پیسے زیادہ ملے تھے آج وہ خاصا مطمئن تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ "اطمینان" کی مدت اتنی مختصر کیوں ہوتی ہے، سارا سامان خرید کر جب وہ گھر پہنچا تو اس کی جیب میں صرف دس کے دو نوٹ باقی تھے۔

"لو آثمہ؛ امی کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ذرا کام سے جا رہا ہوں، واپسی میں دیر ہو جائے گی۔" وہ سرد لہجے میں کہتا، آثمہ کو سامان تھا کر پلٹا اور باہر نکل گیا۔

"کاش بھیا؛ آپ نے کبھی سوچا ہوتا ہمارے لیے بھی۔ اس طرح جیسے بھائی سوچتے ہیں۔ دو سکے بھائیوں میں اتنا فرق؟" وہ سوچتی ہوئی اندر چلی گئی۔

ارم بھا بھیا اور بڑے بھیا نے ڈٹ کر کھانا کھایا، خوب گپیں لگائیں۔

"فراز روز اتنی دیر سے آتا ہے؟" جانے کیسے کھانے کے دوران انہیں فراز کا دھیان آ گیا تھا۔

"وہ آئے تھے۔ کھانا وہی لائے تھے پھر کچھ کام سے چلے گئے۔" فضا نے بتایا تو حنیف کا منہ بن گیا۔

"سلام کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی اسے؟" ارم نے لحاظ کرنا نہیں سیکھا تھا۔

"نہیں بیٹا؛ ضروری جانا ہو گا جب ہی گیا ہو گا ورنہ بہت ادب لحاظ والا ہے وہ اور ویسے تو دس بجے سو جاتا ہے۔ سارا دن کا تھکا ماندہ ہوتا ہے۔" امی اپنی فطری نرم خوئی سے مجبور تھیں۔ حقیقت بھی ایسے بیان کرتی تھیں جیسے صفائی دے رہی ہوں۔

ناہید نے محض ایک کیٹیلی سی نگاہ ڈالی تھی ارم اور حنیف پر۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ابا تو سو گئے ہوں گے۔ انہیں ڈسٹرب نہ کریں، دوبارہ پھر نیند نہیں آتی انہیں۔" حنیف ابا کو اللہ حافظ کہنا چاہتے تھے مگر ناہید نے بے مروتی سے انہیں روک دیا۔

انہوں نے کچھ خاص نوٹس بھی نہیں لیا علی اور اسد کو آواز دے کر بلایا اور چلے گئے۔

"تمہیں بتانا ضروری تھا کہ فراز آیا تھا؟" ان کے جاتے ہی امی نے فضا کی خبر لی۔

"اس میں چھپانے والی کیا بات تھی؟ اچھا ہے پتا چلے ناں انہیں بھی کہ چھوٹے بھائی کی سارے دن کی مشقت کھاپی کر جا رہے ہیں۔" ناہید تلخی سے کہہ رہی تھی۔

"اثر نہیں ہوتا کچھ۔ چکنا گھڑا ہیں ہمارے بڑے بھیا۔" فضا مسکرائی تھی۔

"عذر کی نند کی بیٹی کا عقیقہ ہے، وہ تو شاید نہ آسکے۔ رخصتی نے کہا ہے آئے گی۔ ویسے بھی دو مہینے ہو چکے ہیں اسے آکر رکے ہوئے۔" امی نے آثمہ کو جواب دیا۔

"اس کی طرف سے بھی فکر ہی لگی رہتی ہے، چار سالوں میں کھلنے کے بجائے مرجھاسی گئی ہے۔ وہ حقیقتاً اس کے لیے فکر مند رہتی تھیں۔"

"سب کچھ ان کی مرضی سے طے ہوا تھا ویسے سب اچھے ہیں ان کے گھر میں، بلا وجہ کا کا مپلیکس ہے انہیں۔ آنٹی ذرا سخت مزاج رکھتی ہیں مگر اتنا تو ہر گھر میں ہوتا ہے۔ مزہ باجی کتنی اچھی نیچر کی ہیں، فرینڈلی سی اور فرحانہ بھابھی بھی بہت خیال رکھتی ہیں۔" فضہ نے کہا تو آثمہ نے بھی سر ہلا کر تائید کی۔ اسی وقت دروازہ بجاتا تھا۔

"بھائی ہوں گے۔" آثمہ دروازے کی طرف لپکی۔ اسے فراز کے انتظار میں لمحہ لمحہ بھاری لگ رہا تھا۔
"کہاں چلے گئے تھے فراز؟" حنیف پوچھ رہا تھا تمہیں اور ارم بھی خفاسی تھی۔ امی اسے دیکھتے ہی بول پڑی تھیں۔

"امی! اللہ کے لیے بھائی کو اندر تو آنے دیں، بعد میں تفتیش کر لیجئے گا۔" مدھم سی روشنی میں بھی آثمہ کو فراز کے چہرے پر تھکن اور فکر مندی کے تاثرات بہت واضح نظر آرہے تھے۔ فراز اس وقت کسی سوال جواب کا محتمل نہیں تھا۔ چپ چاپ صحن میں بچھے دوسرے پلنگ پر لیٹ گیا جو اس کی کل کائنات تھا۔

"فراز، بیٹا اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔ پیسے تو ملے ہیں ناں آج؟ تمہارے ابا کی دوائیں ختم ہو گئی ہیں۔ کل تم نے کہا تھا کہ آج لے آؤ گے لائے ہو؟" امی نے پوچھا تو اس نے سر پر ہاتھ مارا۔

"ارے اماں! بالکل بھول گیا۔ کل لے آؤں گا وعدہ۔ اب تو نیند آرہی ہے، سونے دیں بس۔" کہہ کر اس نے

امی نے ایک خاموش نگاہ ان پر ڈالی اور تھکے تھکے سے انداز میں وہیں پلنگ پر بیٹھ گئیں۔

"عزرا اور رخصتی باجی آئیں گی کل؟" آثمہ ان کی دلجوئی کے خیال سے بہنوں کا ذکر چھیڑ بیٹھی تھی۔

سیگریٹ پھونکتے ہوئے ت وہ بس چلتا جا رہا تھا۔ منزل اور وقت کا تعین کیے بغیر۔ پاؤں جب اتنے شل ہو گئے کہ قدموں نے جسم کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا تو اس کی نظریں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں بھٹکنے لگیں کہ جہاں وہ دو گھڑی بیٹھ سکے۔

تھوڑی دور ایک پارک میں خالی بینچ تھی، وہ پلٹ کر روڈ کر اس کرنے لگا کہ زن سے ایک سلور سیلون گزری اور سڑک پر پڑا پانی چھینٹوں کی صورت میں اس پر اڑ گیا۔ بے اختیار اس کا دل چاہا کہ بالکل مزہ کہ طرح پتھر اٹھا کر کار کی سمت پھینکے۔

انسان کی حرمت محفوظ نہیں کہیں بھی۔ وہ کوئی بھی صنف ہو، کوئی بھی جنس ہو۔ پیسے والوں کو پیسے کا زعم ہے۔ گاڑی سڑک پر نکالنے کے بعد پیدل چلنے والے کیڑے مکوڑے محسوس ہوتے ہیں شاید۔ غم وغصے سے سلگتے ہوئے وہ بڑی مشکل سے اس بینچ تک پہنچا تھا اور ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کیا کروں؟ تو ہی مجھے بتا کیسے؟ کہاں سے کماؤں اتنا کہ میرے گھر میں موجود افراد کو بنیادی سہولتیں میسر آجائیں۔" اس نے آنکھیں موند کر آنسوؤں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

وہ مرد تھا اپنوں کے سامے نہیں رو سکتا تھا۔ یہاں بہت سے لوگ تھے مگر سب اپنے خول میں بند، اپنی ذات میں مگن تھے۔ وہ دیر تک روتا رہا اور جب دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو واپس جانے کے لیے اٹھ گیا۔ اس کے قدموں میں مایوسی کی تھکن تھی۔

کروٹ بدل لی۔

"ہاں بیٹا! ماں باپ ایسے ہی بھول جانے والی چیز ہیں۔ تمہاری خاطر جنہوں نے اپنی نیندیں حرام کر لی تھیں تم ان کے مقابلے میں نیندوں کو اہم مانتے ہو۔" وہ تاسف سے کہہ رہی تھیں۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پاس مزید کوئی حرف تسلی، کوئی جھوٹا وعدہ نہیں تھا سو خاموشی سے آنکھیں موند لیں، چند لمحوں میں مہربان نیند کی دیوی نے شفقت سے اس کی پلکوں کو چوم کر اسے ہر افیت ناک سوچ سے آزاد کر دیا۔

مہر النساء اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں، اس نے سنا ضرور مگر سمجھ نہیں پایا تھا۔

☆☆☆☆

کاش کوئی مجھ کو سمجھاتا

میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا

میری سمجھ میں۔۔۔۔۔ ہائے

مرزہ گاتے گاتے اچانک چیخ پڑی تھی۔ وجہ اس کان کی تکلیف تھی جو فرحانہ کے ہاتھوں نے بنتھا گیا تھا۔

"کیا سمجھ میں نہیں آتا؟ مجھے سب پتہ ہے تمہاری چالاکیاں۔ سیدھے سیدھے سالن چڑھاؤ۔ ورنہ میں

تمہارے ساتھ مارکیٹ نہیں جانے والی۔" فرحانہ نے اچھی طرح سرخ کر کے کان کو چھوڑا تھا۔

"ارے بڑی! چڑھتا تو رہی ہوں۔ اس سے تو اچھا تھا میں "چھوٹی" کے ساتھ چلی جاتی۔ وہ کم از کم یہ جبر و ستم

نہیں کرتیں مجھ پر۔" مرزہ نے پیاز گرم تیل میں ڈالی اور شوں شوں کی آواز پر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"توبہ! لگتا ہے ابھی اس میں سے "جن" برآمد ہو گا اور کہے گا کیا حکم ہے میری امی! لاؤ یہ سالن میں پکادوں۔

غلام کے ہوتے ہوئے بھلا آتی کام کرے اچھا لگتا ہے؟" فرحانہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے باقاعدہ

جھک کر کہا تو وہ ہنسنے لگی۔

"آتی؟"

"ظاہر ہے لیڈریز کو تو آتی ہی کہے گا ناں، بھجن۔" فرحانہ نے سلاد کے لئے فرج سے کھیرے، گاجر وغیرہ برآمد کیں اور ٹرے میں رکھ کر دھونے لگی۔

"ویسے آج یہ چھوٹی نظر نہیں آرہی تمہاری۔ ہے کہاں؟" فرحانہ کو اچانک دھیان آیا۔

میرے میاں سے آج میری جنگ ہو گئی

کل عشق لڑایا آج تنگ ہو گئی۔۔۔۔۔ بابا بابا

مرزہ کو گانے کو اپنے حساب سے گانے پر ملکہ حاصل تھا فرحانہ بھی ہنس پڑی۔

"بہت بکو اس کرنے لگی ہو۔"

"جنگ جیت کر بھی مفتوح جیسا انداز۔ چھوٹی بھابھی کا ہی دیکھا ہے بس۔"

مرزہ نے مسالا بھوننے کے بعد گوشت ڈالا اور ڈھکن ڈھانک کر سلیب پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ ذرا انڈر ٹریننگ لیں چھوٹی کو۔ تھوڑی ہمت دلائیں، بہادر بنائیں۔ فرض ہے آپ کا آپ جٹھانی ہیں

آخر۔" اس نے کھیرے کا ٹکڑا ہاتھ بڑھا کر اٹھایا اور منہ میں ڈالا۔

"ہائیں! یہ تم مجھے اکسار ہی ہو اور کس کے خلاف؟ سوچو ذرا۔" فرحانہ نے چھری لہرائی۔ "اپنی ہی اماں کے

خلاف محاذ بن رہی ہو؟ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں۔"

"ویسے بائی داوے ہماری چھوٹی بہت پکی ٹھکی ہے۔ چکنا گھڑا، فائدہ نہیں ہوا سمجھانے کا۔" مایوسی سے سر ہلایا۔

"ارے یہ میرے کان کیا سن رہے ہیں بھئی؟" بلال نے کچن میں جھانکا۔

"نقیب وقت مایوسی کی باتیں کر رہے ہیں؟ فائدہ نقصان دیکھ رہے ہیں؟ ارے فرحانہ! ذرا دانت کاٹنا خود کو،

میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟" وہ تیز تیز بولتا اندر آیا۔ مزنہ نے ہنستے ہوئے کھیرے کا ایک اور ٹکڑا منہ میں ڈالا تو فرحانہ نے گھور کر اسے دیکھا اور بلال سے مخاطب ہوئی۔

"بس بس بند کریں یہ ڈرامے اور مجھے مارکیٹ جانا ہے مٹھی گرم کریں ذرا میری۔"

"ارے یہ تو دھونس، دھاندلی بھی شروع ہو گئی بھئی۔" بلال نے کٹی ہوئی سلاد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو فرحانہ چیخ پڑی۔

"غضب خدا کا ساری سلاد دونوں بھائی بہن یہیں" چر "جاؤ گے۔ اماں کو کون جواب دے گا کھانے پر؟ رحم

کرو مجھ غریب پر اور مزنہ تم نکلویہاں سے، جا کر کپڑے بدللو۔ میں بس آتی ہوں۔"

"بھائی! آجکشن۔ ہمیں بکرا، بکری کہا جا رہا ہے۔" مزنہ نے سلیب سے چھلانگ ماری۔

"نہیں نہیں میری یہ مجال؟" فرحانہ نے گھبرانے کی اداکاری کی۔

"میں تو گدھا، گدھی کہہ رہی ہوں۔" اسنے لہجہ بدل کر کہا تو بلال ہاتھوں کا مکا بنا کر اس کی طرف بڑھا۔

"اوکے، اوکے سیز فائر۔ پیسے نکالیں فنانٹ اور ذرا مارکیٹ تک چھوڑ دیں ہمیں۔ کہاں بسوں میں خوار ہوتے

پھریں گے ہم۔" فرحانہ نے کہا مزنہ جا چکی تھی۔

"کیوں وہ کھڑا ہو گا نادائیں طرف ٹیکسی اسٹینڈ پر تمہارا لاڈلا ہیرو۔" بلال شرارت سے مسکرایا۔

"ٹھیک ہے پھر ٹیکسی کا کرایہ نکالیں۔" فرحانہ نے جھٹ دو سر مطالبہ کیا۔

"اللہ اکبر! یہ تم اپنے جیب خرچ کا کیا کرتی ہو آخر؟" بلال نے آنکھیں نکالیں

"جیب میں رکھ کر بھول جاتی ہوں۔ آپ سے مطلب چلیں آپ۔" اس نے تیزی سے ٹرے فریج میں

رکھی۔ ہاتھ دھوئے اور بلال کو دھکیلتے ہوئے باہر نکل آئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں باہر نکل کر ٹیکسی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

سامنے ہی فرحانہ کو وہ کیب اور مخصوص انداز میں اسموکنگ کرتا فراز نظر آ گیا۔ اس کے قدم اس کی طرف

بڑھے مزنہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

"ویسے مزنہ! کتنے اسٹائل سے اسموکنگ کرتا ہے نا؟" یہ اس کا مقصد محض اسے چھیڑنا تھا۔

"اسٹائل سے نہیں ڈھٹائی سے۔ اس جیسا ڈھیٹ دوسرا کوئی پیدا نہیں ہوا اب تک۔" اس کے چڑنے پر فرحانہ

ہنس پڑی۔

"نہیں۔ اس سے پہلے پیدا ہو چکی ہے۔" فرحانہ نے گھر کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں کچھ نہیں بس آپ چلیں جلدی، دیر ہو رہی ہے۔" فرحانہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے آگے اشارہ کیا

تو وہ سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھی۔

"السلام علیکم۔" ان کے قریب پہنچتے ہی فراز نے جھٹ سے سلام کیا۔ جینز اور ٹی شرٹ میں اچھے قد کا ٹھکانا

لڑکا فرحانہ کو بہت اچھا لگتا تھا۔ بے حد مہذب اور سنجیدہ سا اتنا قریبی رشتہ ہونے کے باوجود اجنبیت سی تھی

اس کی باتوں میں عجیب سی کاٹ اور غصہ جھلکتا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ مارکیٹ تک جانا ہے۔ چلو گے؟" فرحانہ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔

"کام ہے جناب ہمارا، ضرور چلیں گے۔ آئیں بیٹھیں۔" انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی بیٹھ گیا۔

"گھر پہ سب کیسے ہیں فراز؟ آنٹی کو سلام کہنا میرا۔" فرحانہ اخلاقیات نبھانا نہیں بھولتی تھی۔

"جی ٹھیک ہیں سب کہہ دوں گا۔" اس کی نظریں بیک ویو مرر پر پڑی تھیں لمحہ بھر کو اور وہاں مزنہ کا چہرہ نظر

آیا۔

رخشی بھا بھی بتاتی تھیں کہ وہ شروع سے ایسا نہیں تھا۔ وہ بہت ہنس مکھ اور زندہ دل تھا مگر بڑے بھیا کی شادی کے بعد معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ بہت کم عمری میں اس پر آگیا تھا، اسے پڑھنے کا جنون تھا مگر ان ذمہ داریوں نے اس کے جنون کی راہ میں حائل ہو کر اسے بے حد بے زار اور مایوس کر دیا تھا۔

"اپنے اندر مثبت سوچوں کو جنم دیں نا، اس طرح مایوس ہو جانا ایک مضبوط انسان کو زیب دیتا ہے بھلا؟ مزدور ایگر فنا ہو جائیں گے تو سیٹھ بھی بیٹھنے نہیں رہیں گے تا قیامت خزانوں پر سانپ بن کر۔ آئیں گے پیچھے وہ بھی، روز محشر شاید آپ سے چند قدم پیچھے ہی کھڑے ہو گے۔"

مزمنہ سے مایوسی کبھی برداشت نہیں ہوتی تھی۔

"جی ہاں روز حشر! روز حشر تک انتظار نہیں کرتا یہ پیٹ کا دوزخ، ایک وقت کی روٹی پیٹ میں جاتے ہی جلنا شروع ہو جاتی ہے چند گھنٹوں بعد پھر ایندھن مانگتا ہے یہ دوزخ۔ کیا کریں؟ تسبیح پر روٹی کا ورد کرنے سے بھوک نہیں مٹی سرکار!" فراز نے پتھر پھوڑے۔

فرحانہ نے مزمنہ کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا کہا مگر وہ مزمنہ ہی کیا جو مان جائے۔

"اچھا؟ تو پھر دوسروں کے سامنے زہریلی اور نوکیلی باتیں کرنے سے مٹ جاتی ہے بھوک؟ غم و غصہ میں خود کو جلانے سے مٹ جاتی ہے بھوک؟ ہماری نوجوان نسل کو شوق ہے "ہا پھر رہنے کا۔ غصہ، کڑواہٹ مسئلے کا حل نہیں۔"

"تو پھر کیا حل ہے؟ بتادیں آپ ہی۔ آپ کا شمار تو اہل قلم میں ہوتا ہے۔ قوم تک آواز پہنچ جاتی ہے آپ کی۔" مزمنہ مختلف میگزینز میں آرٹیکلز لکھا کرتی تھی۔

"اچھی بھلی نوکری کر رہا تھا میں۔ بس حلال روزی کمانا ممکن ہو گیا ہے ہر جگہ۔ غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط کر کے کام چل رہا ہے جو نہ کرے وہ بھاڑ جھونکے خود بھی اور اس کے گھر والے بھی۔ دن بھر مشقت کا پسینہ

"آپ ٹھیک ہیں اب؟ بے اختیار وہ پوچھ بیٹھا تھا اور پوچھ کر پچھتا یا۔

"ہاں، بالکل تمہارے ابو کی طبیعت کیسی ہے؟" فرحانہ سمجھی کہ سوال اسی سے ہوا ہے اور مزمنہ کا چہرہ جو لمحہ بھر کو تاریک سا ہوا تھا، دوبارہ اپنے رنگ پر آگیا۔ فراز نے بھی شکر ادا کیا۔

"آپ یہ سگریٹ پینا بند کریں تھوڑی دیر کے لئے پلیز! بھابھی کو سانس کی پرابلم ہے۔" مزمنہ نے اسے مخاطب کیا، اس نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور سگریٹ پھینک دیا۔

"اتنے پر خلوص سے انسان ہو، دوسروں کی خاطر خود کو روک سکتے ہو، یہ خلوص اپنے ساتھ بھی تو ہونا چاہیے ناں؟ ہماری صحت بھی تو اتنی ہی اہم ہے۔" فرحانہ کی بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ونڈا سکرین پر نگاہیں جمائے خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ بھی بکو اس کرتا رہے، آپ جواب نہیں دیں گے۔" اس کا لہجہ تیز ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس بھر کر بیک ویو مرر میں دیکھا۔

سرپر اسکا ر ف لیے دبنگ لہجے میں بات کرتی یہ لڑکی کس قدر خود اعتماد سی لگی تھی۔ دلیر اور بے باک۔

"ڈرائیونگ دھیان سے کرنا چاہیے، اس لئے جواب نہیں دے رہا تھا۔"

"ضرور کریں اپنا کام پورے دھیان سے کریں مگر دھواں چھوڑنے کا کام انجن کو کرنے دیں نا آپ کیوں اپنے سرپر اضافی بوجھ لا کر کھا ہے؟

مزمنہ نے موقع غنیمت جانا تھا۔

"سگریٹ پیئیں نہ پیئیں ہمارا کام تو جلنا ہے۔ انجن کی تو کچھ دیکھ بھال ہو جاتی ہے اور مزدور؟ مزدور تو

اینڈھن ہیں ان مشینوں کا فنا ہو جائیں گے ایک دن سیٹھوں کی تجوریاں بھرتے بھرتے۔" اس کی زبان سے الفاظ نہیں زہر نکلتا تھا۔ اس کے لہجے کی کاٹ سے مزمنہ کو اپنا جگر چھلنی ہوتا محسوس ہوا تھا۔

www.Paksociety.com

"اور ہاں۔" وہ لوگ اترنے لگیں تو فراز نے پھر مخاطب کیا۔

"سگریٹ کے ڈبے پر لکھا ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے۔" پینے والا اپنی مرضی سے پیتا ہے سب کچھ جانتے بوجھتے۔ کتنوں کو روک سکتی ہیں آپ؟ ان لوگوں کو روکیں جو یہ زہر بنا رہے ہیں۔ کمپنیاں بند کرائی جانی چاہیں سگریٹ کی۔ ملے گا ہی نہیں تو کون پی سکے گا؟ بنیادوں پر کام ہونا چاہیے جو نہیں ہوتا۔ میرے چھوڑ دینے سے کوئی انقلاب نہیں آئے گا۔" اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔

مزمنہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے موقع نہیں دیا۔ خاموشی سے کھڑی چند لمحوں کے بعد وہ دور جاتی کیب کو دیکھتی رہی۔

☆☆☆

"فراز تم کوئی ڈھنگ کی نوکری کیوں نہیں کرتے آخر؟ کب تک یوں ٹیکسی چلاتے رہو گے؟ بڑے بھیا کو دیکھو کہاں سے کہاں نکل گئے ہیں تمہیں کوئی فکر نہیں اپنے مستقبل کی؟" رخصتی نے موقع دیکھتے ہی فراز کو پکڑا تھا۔ وہ صدف کیساتھ گپیں لگا رہا تھا۔

بہنوں اور بھائی کے بچوں میں جان تھی اس کی مگر بہنیں اور بھائی اپنی باتوں سے "جان" نکال لینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایک ٹیس سی اٹھی تھی اس کے دل میں اور لمحے بھر میں سارے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"ارے آپنی! وہ بڑے آدمی ہیں۔ میرا کیا مقابلہ ان سے مجھ سے زیادہ تو ان کے شو فر کی تنخواہ ہے۔" وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"جو بھی ہے، انہوں نے پڑھ لکھ کر بنا لیا ہے خود کو اور تم۔"

"پڑھ لکھ کر؟" فراز نے کھٹ سے بات کاٹی تو رخصتی جزبزی ہو گئی۔

www.Paksociety.com

بہاتے ہیں اور راتوں کو آنسو! فائدہ کچھ نہیں۔ پھر غصہ بھی نہ کریں واہ!"

مزمنہ خاموش سی ہو گئی جس اذیت کا ذکر وہ کر رہا تھا، اس سے وہ گزر رہا تھا، اس کی باتیں افسانوی نہیں تھیں، کڑوی حقیقت تھیں۔

"پھر بھی خود کو فنا کرنا عقل مندی تو نہیں ناں؟ وہ بھی ان کے لئے کو آپ سے کوئی ہمدردی نہیں۔" وہ بہت نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"ہمدردی! کون کرتا ہے ہمدردی؟ اپنے پرائے سب زخموں پر نمک پاشی کرتے ہیں۔" مزمنہ اور فرحانہ نے بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ اماں کی باتوں کو بھول نہیں سکتے فراز!" مزمنہ نے دھیرے سے کہا تھا۔ فراز نے چونک کر اسے دیکھا پھر سر ہلانے لگا۔

"آپ غلط سمجھیں۔ میرا اشارہ اس طرف نہیں تھا۔ یہاں تو وہ بھی درد کی شدت نہیں پہچان پاتے۔ جن کا لہو رگوں میں دوڑ رہا ہے۔" وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ جاب ڈھونڈ رہے ہیں؟ ماسٹر ز کیا ہے آپنے۔۔۔" مزمنہ نے کہنا چاہا مگر اس کی بات کاٹ دی گئی۔

"جی ہاں۔ ماسٹر ز کی ڈگری کے بارے میں بھی بڑے پلانز ہیں میرے۔ لفافہ بنا کر چنے تو لیے ہی جاسکتے ہیں اس میں ہونہ۔

تقدیر بنانے والے تو نے کمی نہ کی

اب کس کو کیا ملا، یہ مقدر کی بات ہے۔

بس جی مقدر پھوٹا ہے ہمارا۔ زیادہ سنگین واقعہ نہیں ہے یہ۔ آپ کی منزل آگئی ہے اجازت؟" کیب کو

مارکیٹ میں روکتے ہوئے اس نے پھر زہر اگلا تھا۔

انہوں نے سولہ سالہ فراز کو دائیں بازو سے بھینچ کر سب کے سامنے عہد کیا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ کاتب تقدیر ان کی مرضی کی تحریر نہیں لکھ سکتا تھا۔

اپنا یہ بیٹا انہیں شروع سے ہی بہت عزیز تھا۔ شاید چھوٹا ہونے کی وجہ سے لاڈلا تھا۔ یوں تو آٹھ، ناہید اور فضلہ اس سے چھوٹے تھیں اور وہ بیٹیوں سے بھی بہت پیار کرتے تھے مگر اس سے پیار بہت الگ سا تھا۔

"حنیف آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔" مہر النساء نے رات کے کھانے کے بعد ان کا موڈ خوشگوار دیکھ کر بات چھیڑی۔

"کر لئے بھئی۔ میں اپنے بچوں کے لئے کبھی سو نہیں بنا۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں بات ایسی ہے، بچے بڑے ہو جائیں تو بہت سی باتیں ہوتی ہیں ناں؟ اور حنیف تو ماشاء اللہ سال بھر سے جاں کر رہا ہے۔" وہ بہت محطاط لہجے میں بات کر رہی تھیں۔ زبیری صاحب بغور سن اور سمجھ رہے تھے۔

"ہوں گویا ہمارے بچے بڑے ہو گئے ہیں۔" انہوں نے ہنکارا بھرا "بلاؤ حنیف کو۔" انہوں نے کہا تو مہر النساء حنیف کو بلا لائیں۔

"جی جناب! تو ہمیں بھی پتا چلے کہ معاملہ کیا ہے؟" وہ بغور اس کے خفت زدہ سے انداز کو جانچ رہے تھے۔

"وہ ابو! اصل میں۔"

"لڑکی کا نام پتا بتاؤ یا ر! کیا لڑکیوں کی طرح شرم ہے ہو۔" انہوں نے جیسے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"وہ ابو! میرے ایم ڈی کی بیٹی ہے۔ بہتا چھی، بہت نائس لڑکی ہے وہ۔"

"ایم ڈی کی بیٹی؟" زبیری صاحب کا چہرہ ہرنگ بدل گیا۔

"صدف! آپ کو فضلہ آنی بلارہی ہیں دیکھنا ذرا۔" اس نے پہلے صدف کو کھسکایا وہاں سے پھر کہنے لگی۔

"دیکھو فراز! جو ہوا سو ہوا۔ مگر اس سارے قصے میں تم کیوں برباد کر رہے ہو خود کو؟"

"میں؟" فراز نے انگشت شہادت اپنے سینے پر رکھی۔ "میں برباد کر رہا ہوں خود کو؟ کیسے؟ وضاحت کر سکیں گی آپ؟"

"تم یہ بتاؤ۔ جاں کیوں نہیں کرتے تم؟" رخصتی اس کی جراح سے عاجز آگئی۔

"مل جائے گی تو کر لوں گا۔ نہیں ملتی تو کیا کروں؟ اب تو چٹنی روٹی مہیا کر دیتا ہوں گھر میں، ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاؤں یا ماسٹر کی ڈگری کو کھول بنا کر بھیک مانگوں لوگوں سے؟"

کڑوا لہجہ، چبھتی باتیں اس کی شناخت بنتی جا رہی تھیں۔۔۔ وہ ایسا نہیں تھا۔ وہ ایسا کبھی نہیں تھا۔ وہ تو بہت مختلف سا تھا۔ جاں محفل، روح مجلس، بلا کا ذہن اور پڑھنے کا شوقین ایک انسان کے خود غرضانہ فیصلے نے کتنوں کی زندگیاں برباد کر دی تھیں۔

"جاں ڈھونڈ رہے ہو تم؟" رخصتی نے بہت ساری سے پوچھا مگر وہ تلملا گیا۔

"نہیں، نہیں ڈھونڈ رہا۔ بخش دیں مجھے خدا ر!" وہ اٹھ کر چیل پیروں میں پھنساتا باہر نکل گیا۔

"کاش! بڑے بھیا! آپ نے سوچا ہوتا کبھی کاش!" رخصتی کے ذہن و دل پر ماضی کی دستکیں بڑھنے لگیں اور آنکھوں سے رواں آنسو پرانی تحریریں دوبارہ لکھ رہے تھے۔

☆☆☆

پورے سندھ میں ٹاپ کیا تھا اس نے۔ ڈھیروں انٹرویوز، تصاویر، اخبار والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو گئے تھے زبیری صاحب کے گھر پر۔

"میں اپنے ذہن بیٹے کو بہت آگے لے کر جاؤں گا۔ چمکتا ستارہ ہے یہ میرے گھر کا اور دور افتق پہ چمکے گا۔"

"بیٹا جی! اعتراض تو مجھے کسی بات پر نہیں مگر۔۔۔ انسان کو اپنا اسٹینڈرڈ دیکھ کر بات کرنا چاہیے۔ جس کو اپنی ذمہ داری پر اسگھر میں لاؤ گے، اسے راحت اور آسودگی کا احساس ملنا چاہیے ناکہ تکلیف اور اضطراب کا؟" حنیف نے نا سمجھی کے عالم میں انہیں دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں ابو!"

"بیٹا! وہ لڑکی ہوگی زمانے بھر کی آسائش تکی عادی۔ ٹھیک ہے تم نے ایم بی اے کیا ہے اچھی پوسٹ پر ہو لیکن کیا ابھی ان تمام آسائشات کے متحمل ہو سکتے ہو، جن کی اسے عادت ہوگی؟ وہ یقیناً اچھی لڑکی ہو گی تمہارے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کی کوشش بھی کرے گی مگر پریشانی ہوگی اسے۔ شاید کچھ عرصے بعد پچھتاوا بھی ہو۔ اس میں وہ قصور وار نہیں ہوگی انسان آسائشات کا عادی جلد یہ ہو جاتا ہے۔ بلندی سے پستی کا سفر خاصا ناخوشگوار ہوتا ہے۔" ان کے حرف حرف میں کئی صدیوں کا تجربہ تھا۔

"جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا ابو! یہ ساری باتیں قبل از وقت ہیں اور میں ان کی وجہ سے اپنا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتا۔" حنیف اب بہت ہموار لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"مستقبل؟" زبیری صاحب نے چند لمحے اسلفظ پر غور کیا تھا۔

"شادی سے مستقبل وابستہ ہے تمہارا؟ یہ آفر تمہیں تمہارے پاس نے دی ہے؟"

"ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے ابو!" حنیف کے لہجے میں بے زاری جھلکنے لگی۔

"پڑتا ہے فرق بیٹا جی! بہت فرق پڑتا ہے۔ میں نے اپنے بچوں کو محنت، لگن اور ہمت سے قدم بہ قدم آگے بڑھنے کا درس دیا ہے۔ ہائی جمپ لگانے کا نہیں۔" وہ بے حد سنجیدہ تھے۔

"اکیسویں صدی ہے یہ۔ اس میں پندرہویں صدی جیسی بات نہ کریں ابو! قدم بہ قدم تو آپ بھی آگے بڑھے تھے سائیکل سے محض "آلٹو" تک کا سفر کر سکے آج تک۔ پریکٹیکل لائف کے 37 سال گزارنے کے

بعد بھی۔ میں زیادہ سے زیادہ کہاں پہنچوں گا "قدم بہ قدم" ہائی جمپ لگانا بھی ہر کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ قسمت یاوری کر رہی ہے تو منہ موڑ کر بیٹھ جانا عقلمندی ہے کیا؟" اس کا لہجہ اور انداز بہت پختہ تھا، گویا وہ اپنی بات پر پورے طور پر یقین رکھتا تھا۔

زبیری صاحب چند لمحے بالکل خاموشی سے اسے دیکھتے رہے مگر مہر النساء سے برداشت نہیں ہوا۔

"بیٹا! یہ تو بہت خود غرضی والی بات ہے۔ تمپر ہم لوگوں کا بھی حق بنتا ہے ابھی تمہارے بھائی بہنوں کو تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے ابو تھکنے لگے ہیں اب۔ تمہیں ان کا سہارا۔"

"مہر النساء! میں بات کر رہا ہوں ناں؟ تم خاموش رہ سکتی ہو تو ٹھیک ورنہ جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے سخت لہجے میں مہر النساء کو ٹوک دیا تھا۔ "اور حنیف جو فیصلہ تم کر چکے ہو اسے سنا چکے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انہوں نے ایک جھٹکے میں ساری بات سمیٹ لی تھی۔

گھر کے باقی افراد کو صرف حنیف کی شادی کا علم تھا۔ سب بے حد خوش تھے۔ عذرا اور رخصتی نے مل کر گھر اور بازار ایک کر رکھا تھا۔ فراز میٹرک کے بعد اپنے لئے کالج کا سلیکشن کر رہا تھا اس لئے اس کا دھیان اس طرف سے ہٹا ہوا تھا۔ مگر اسے فارغ دیکھتے ہی نہیں دوڑیں لگوانا شروع کر دیتیں۔

"فراز! ذرا یہ دوپٹے پیکو کروا کر لا دو اور اس کی میچنگ کی نیل بھی یہ نمونہ ہے بالکل ایسی ہی نیل ہونی چاہیے۔ پچھلی بار جو ہم لائے تھے وہ کم پڑ گئی تھی۔" رخصتی نے ایک شاپر لا کر اسے تھمایا۔ وہ ابھی بھی آکر لاؤنج میں بیٹھا ہی تھا۔

"ارے کیا آپی! دو گھڑی ریٹ نہیں کرنے دیتیں آپ لوگ اور یہ جو حضرت شادی فرما رہے ہیں۔ یہ خود کہاں ہوتے ہیں "خوابنگر" کے علاوہ؟" وہ اٹھنے کی بجائے کشن سر کے نیچے لگا کر لیٹ گیا تھا۔ "باتیں نہ بناؤ۔ بس اٹھ جاؤ اور بھیا یہیں بیٹھے ہیں تمہارے پیچھے۔" رخصتی نے کہا تو وہ سچ مچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً بارہ سال

چھوٹا تھا وہ حنیف سے اور حنیف کا انداز قدرے سخت بھی تھا اسی لئے وہ شروع سے ہی حنیف سے دبتا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ پر رنجش کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"آپی! وہ جھینپ سا گیا۔"

"ارے تم اتنا ڈرتے ہو بھیا سے۔ ہم تو سوچ رہے تھے کہ مہندی والے دن دولہے کا بھائی ذرا لڈی شڈی ڈالے گا۔"

"ڈرتا نہیں ہوں۔ آئیڈلائز کرتا ہوں انھیں، متاثر ہوں ان سے، عزت کرتا ہوں۔ لڈی، بھنگڑا سب ہوگا صاحب، دیکھتی جائیے ذرا۔"

دیکھو میری آنکھوں میں ہیں ڈورے گلابی

میں تو نہیں پیتا ہوا پھر بھی شرابی

یہ ہے تیرے پیار کا نشہ چند اسی بھابھی

بھیاراجہ گھر میں لے کے آگیا پر یوں کی رانی

شادمانی ہو ہو شادمانی۔"

اس نے باقاعدہ رنجش کا ہاتھ پکڑ کر جھومنا شروع کیا تو وہ ہنس کر دوہری ہو گئی۔

"آپا، آٹمہ! آنا ذرا دیکھو، یہ کیا حرکتیں کر رہا ہے۔"

اس نے آواز لگائی تو لمحہ بھر میں لاونج میں میلہ سالگ گیا۔

"فراز! زبیری صاحب کی آواز پر سب خاموش ہو گئے۔ فراز بھی جھومتے ہوئے رک گیا۔

"کس بات سے متاثر ہو تم حنیف کی؟"

"ابو! وہ بڑے ہیں مجھ سے۔" اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ زبیری صاحب کب سے یہاں کھڑے ہیں۔

"تو؟" وہ بغور فراز کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ لیں ابو میں کنفیوز ہو رہا ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"کچھ نہیں پوچھنا چاہتا۔ اول و آخر بس ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہو بڑا ایسے نقش پا نہیں چھوڑتا جن پر چل کر

چھوٹے اپنی منزل کا سراغ پاسکیں دھیان رکھنا ذرا۔ یہ تمہاری ذمہ داریاں ہیں اگر تم محسوس کرو اور اگر

محسوس نہ کرو تو محض مٹی کی مورتیاں، خاموش، بے زبان اور بے بس۔"

انہوں نے آگے پیچھے حیرت سے جمی پانچوں بیٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔ فراز نے لمحہ بھر کو پلٹ کر اپنی بہنوں

کو دیکھا تھا۔ زبیری صاحب اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ ان کا پیغام محفوظ ہو چکا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ فراز

بے حد سمجھدار ہے۔

حنیف کی شادی ہوئی۔ مگر بھیاراجہ، پر یوں کی رانی گھر میں لے کر نہیں آیا بلکہ خود پر یوں کے دیس چلا گیا۔

ہنستے مسکراتے گھر کی رائق جیسے اچانک ماند سی پڑ گئی۔ بیٹے کی اس خود غرضی کا اثر زبیری صاحب نے کس حد

تک لیا تھا، یہ ان کی تیزی سے ڈھلتی صحت بتا رہی تھی۔

فراز میڈیکل کے فرسٹ ایئر میں تھا جب انھیں پہلا ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور ان کا بایاں حصہ پیرلائز ہو گیا تھا۔

اس کے بعد وہ سنبھل نہیں سکے اور بستر سے لگ گئے۔

وہ گھر کے واحد کفیل تھے۔ ان کی صحت کی بربادی نے پورے گھر کو متاثر کیا تھا۔ حنیف نے شروع میں گھر

میں پیسے دینے چاہے تھے مگر ارم نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ زبیری صاحب نے بھی سختی سے پیسے لینے سے

انکار کر دیا تھا۔

"ابو! آپ مجھے خود سے الگ کر رہے ہیں۔" حنیف نے خفگی سے کہا۔

جمال، رخصتی کے آفس میں کام کرتا تھا۔ سیدھی سادھی سی اپنے کام سے کام رکھنے والی یہ لڑکی اسے بہت بھائی تھی وہ اپنے گھر والوں کو لے کر آیا تھا۔

"یوں تو ہمارے ہاں غیروں میں رشتہ کرنے کا رواج نہیں ہے مگر کیا کریں۔ بچوں کی ضد کے آگے کہاں چلتی ہے کسی کی؟" عصمت جہاں نے بات شروع کی۔

"خیر معاملات تو سب طے ہی ہیں پہلے سے۔ ہم آپ تو بس کٹھ پتلیوں کی طرح ناچنے والے ہیں۔ تو بسم اللہ کریں۔" الفاظ کے خنجر سے وہاں بیٹھے افراد کو زخم زخم کر کے انھوں نے خود کو کوئی تسکین پہنچائی تھی۔

مہر النساء بے حد صبر اور برداشت والی خاتون تھیں۔ وضع داری کو ہاتھ سے چھوڑنا ان کی سرشت نہیں تھا۔ ان کے جانے کے بعد انھوں نے رخصتی کو ساری بات بتا کر تحمل سے پوچھا تھا۔

"کیا تم سمجھتی ہو کہ تم خوش رہ سکو گی؟" رخصتی جو ابّا خاموش رہی اور مہر النساء نے مزید کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ رخصتی کی شادی میں سب سے بڑا مسئلہ اخراجات کا تھا اور اسے پورا کرنے کے لئے واحد حل یہ تھا کہ اس گھر کو بیچ کر جو پیسے ملیں، اس سے نسبتاً چھوٹا گھر لے لیا جائے اور باقی پیسوں میں رخصتی کی شادی کی جائے۔ اس طرح وہ لوگ اس چھوٹے سے گھر میں شفٹ ہو گئے۔

رخصتی کی شادی بھی عزت و عافیت کے ساتھ ہو گئی مگر عصمت جہاں کے روکھے سے رویے کے باعث سب ہی اس کے سسرال جانے سے کتراتے تھے۔ شروع میں تو تھوڑا بہت آنا جانا رہا مگر فراز کی جاب کا مسئلہ ہوا اور اس نے ہر طرف سے مایوس ہو کر ٹیکسی چلانا شروع کی تو عصمت جہاں نے اعتراضات کا طوفان اٹھا دیا۔

"ارے دنیا کیا کہے گی، ہم نے کہاں رشتہ جوڑ لیا؟ بھلا اب ہمارے گھرانے میں لوگ ٹیکسیاں چلائیں گے؟" فراز جاب ڈھونڈ رہا ہے، جب مل جائے گی تو وہ یہ کام چھوڑ دے گا۔ آپ بیٹھیں تو۔" مہر النساء نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں ٹھنڈا کرنا چاہا مگر فائدہ نہ ہوا۔

"تمہیں کوئی خود سے الگ نہیں کر رہا ہے۔ تم جب چاہو آ جاؤ لیکن بیٹا ارم کی پسند ناپسند کا خیال رکھا کرو، وہ بیوی ہے تمہاری۔" مہر النساء نے بہت سبھاؤ سے اسے وجہ بتا کر خاموش کر دیا تھا۔

"میں چاہ رہا تھا کہ فراز کو پڑھائی میں پراہلم نہ ہو اس لئے۔"

کوئی احساس جرم تھا جو کوڑے برساتا تھا اس کے اندر۔ "مجھے پڑھائی میں کوئی پراہلم نہیں ہے بھیا! کیونکہ میں نے فی الحال پڑھائی روک دی ہے۔" فراز نے بہت پرسکون انداز میں کہا تھا۔ بے حسی کے احساس سے ٹپکنے والے دو آنسو تھے جو زبیری صاحب کے تکیے میں خاموشی سے جذب ہو گئے تھے۔

"کیوں؟" حنیف کے سوال پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"یو نہی دل نہیں لگتا پڑھائی میں۔ ایک معمولی سی جاب شروع کی ہے۔ تھوڑا بہت خرچ نکل رہا ہے۔" فراز کی بات پر وہ جو ابّا کچھ نہ کہہ سکا۔ اس نے بھی کوئی شکوہ کب کیا تھا؟

انہی دنوں عذر کی شادی کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ زبیری صاحب کی جاب ختم ہونے کے بعد انھیں جو پریوینٹ فنڈ وغیرہ ملے تھے اور جو تھوڑی بہت بچت تھی اس شادی پر سب ختم ہو گیا۔ اس کی شادی کے بعد ناہید نے اسکول میں اور رخصتی نے ایک پرائیویٹ فرم میں ریپیشنٹ کی جاب کر لی۔

زندگی کچھ ہموار ہوئی تو فراز نے نائٹ کالج جوائن کر لیا۔ ان چند دنوں میں اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ مشقت بھرے اس سفر میں ادھوری تعلیم کے ساتھ اس کا کوئی مستقبل نہیں تھا۔

مشقت کا لفظ پڑھنے میں آسان تھا مگر برتنے میں اسے دانتوں پسینہ آ گیا۔ محنت کی عظمت پر مقالے لکھنا بہت آسان تھا مگر "عظمت" کو پالینے کی کوشش میں اس کی رگوں میں دوڑتا لہو منجمد ہونے لگا تھا۔ کتابوں میں زندگی کو پڑھنا بہت اچھا لگتا تھا مگر عملاً زندگی سے متعارف ہونا بے حد تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔

"ہاں دونوں، تم دونوں نند بھوج فضول ہو بالکل۔ چلو بھئی مجھے ڈھونڈھ کر دو۔ جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔" وہ کہہ کر پلٹ گئے۔ رخصتی نے فرائی پین میں سسکتے انڈے کو پلیٹ میں نکالا اور سنجیدہ سی شکل بنا کر باہر لپکی۔ "ارے پانچ سال ہو گئے شادی کو، آخر کب تک ڈرتی رہو گی؟ بس کر دو اب خدا را۔" فرحانہ نے تان لگائی پیچھے سے تو وہ ٹھٹھک کر پلٹی۔

"ڈرتا کون ہے؟"

"پتہ نہیں۔ تم تو رومانس کرنے جا رہی ہوناں؟ جاؤ جاؤ دیر ہو رہی ہے سچ مچ رومانس نہ شروع ہو جائے۔" اس نے بلال کا ناشتہ ٹرے میں لگایا اور باہر نکلتے ہوئے اسے آگے دھکیلا۔ وہ پھر ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"باہر کچرے والا آیا ہے شائد۔" رخصتی پھرائی گئی۔

"بس گھنٹی بجی اور شامت آئی اس کی۔ تم جاؤ اندر۔" اس نے شرارت سے کہہ کر بلال کے سامنے ٹرے رکھی تو وہ تیزی سے کمرے میں چلی گئی۔ اسی لمحے گھنٹی بجی۔

"استغفر اللہ! صبح صبح نازل ہو جاتا ہے کم بخت۔ آج ذرا خبر لوں اس کی۔ چلو مزہ کچرا اٹھالاؤ کچن سے۔" اماں نے تسبیح ہلاتے ہوئے حکم صادر فرمایا۔

"جی اچھا!" وہ پلٹ کر کچرا لینے اندر گئی۔ صحن میں پہنچی تو اماں نے تقریر شروع کر دی تھی۔

"اتوار کی چھٹی لازمی۔ اس کے علاوہ دو دن اور غائب رہنا ضرور ات پھر ہر مہینے پیسے بڑھاؤ۔ ارے حرام منہ کو لگا ہوا ہے تم سب کو۔ اوپر سے روز ناشتہ کھائیں گے ڈیوڑھی میں بیٹھ کر۔"

مزہ نے دروازے کے باہر رکھے اس پتھر کو یاد کیا جس پر بیٹھ کر وہ غریب ناشتہ کرتا تھا اور لفظ "ڈیوڑھی" پر خوب ہنسی دل ہی دل میں۔ محض آٹھ سال کا افغان بچہ تھا جو ان کی گلی سے کچرا اٹھانے آتا تھا۔

"میں نے پہلے ہی اپنے اصولوں کو توڑا ہے بیٹے کی خاطر۔ اب اگر آپ کو ہمارے گھر آنا جانا رکھنا ہے تو اپنے بیٹے سے کہہ دیں کہ شریفوں والے کام کرے۔ پڑھا لکھا ہے وہ، سارے شہر میں اس کے لئے کوئی عزت کی نوکری نہیں ہے؟" فراز اسی لمحے اندر آیا تھا۔ الفاظ قتل کر دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس نے آج جانا تھا۔

"بات سنئیے خاتون! ہمیں آپ کے گھر نہیں آنا جانا۔ آپ کو کوئی مجبور نہیں کرے گا کہ آپ ہم لوگوں سے تعلقات برقرار رکھیں۔ براہ مہربانی آپ جاسکتی ہیں۔" فراز کے لب و لہجے پہ وہ ساکت رہ گئیں۔

مہر النساء کی نرم خوئی دیکھنے کے بعد انھیں یہ گمان نہیں تھا کہ انھیں یہ انداز سہنا پڑ سکتا ہے۔ مگر ردِ عمل تو ہوتا ہے نا عمل کے بعد۔

"کمال ہے! لوگوں نے روح سے جسم کا رشتہ جوڑے رکھنا بھی عذاب کر دیا ہے۔ چوری، ڈاکہ نہیں کرتا۔

حلال روزی کمانے کے لئے جدوجہد کرتا ہوں۔ شرافت مشتبہ کیسے ہو گئی بھلا۔" دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا تھا وہ۔ مہر النساء نے دکھ سے بیٹے کو دیکھا تھا۔

اس دن سے ان لوگوں نے آنا جانا ختم کر دیا، رخصتی آجاتی تھی ملنے کے لئے۔

☆☆☆☆

بے حد افراتفری پھیلی تھی چاروں طرف صبح کے مخصوص ہنگاموں کے ساتھ زندگی جلوہ گر تھی۔

"ارے بھئی رخصتی! میرے موزوں میں سے دو جوڑیاں نامکمل ہیں دونوں براؤں پہن کر جانا ہے مجھے۔" جمال بھائی کچن میں جھنجھلائے ہوئے داخل ہوئے۔

"دونوں؟" مزہ کے حیرت سے آنکھیں پٹ پٹانے پر رخصتی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

چند ماہ پہلے جب وہ پہلی بار آیا تھا تو گھنٹی بجنے پر دروازہ اسی نے کھولا تھا۔ ان کی پرانی جمعہ داری کے ساتھ تھا وہ۔
ہاتھ میں چھوٹا سا پلاسٹک کا گھوڑا لئے ہوئے۔

"بی بی جی! پہچان لیں اسے، کل سے یہ آئے گا کچرا اٹھانے۔" اللہ رکھی یہ کہہ کر کچرے کا ڈبہ اٹھانے لگی۔ اس نے حیرت و صدمے سے اس معصوم وجود کو دیکھا جو ہر بات سے بے خبر اس کھلونے میں مصروف تھا۔
"سنو! کیا نام ہے تمہارا؟ اور یہ ہاتھ میں کیا ہے؟" اس نے مخاطب کیا وہ ادھی بات سمجھا، ادھی نہیں اور کہنے لگا۔

"شیر ہے یہ باجی۔ بہت تیز دوڑتا ہے، ہم اسی پر بیٹھ کر آئے گا روز۔"

بچپن تو بچپن ہوتا ہے معصوم اور حسین۔ اس کی نظروں میں شہریار کا چہرہ گھوم گیا۔ اس کا چھ سالہ بھتیجا نک سک سے درست فل یونیفارم میں اسکول جانے کے لئے تیار۔

"سنو! تم ناشتہ کرو گے؟" یونہی اس نے پوچھا اور وہ سر ہلا کر دائیں طرف رکھے پتھر پر بیٹھ گیا۔

اس دن سے یہ معمول بن گیا تھا اسے جانے نہیں دیتی تھی۔ اماں کئی بار خفا ہو چکی تھیں مگر اس کا یہ بہت پرانا اصول تھا کہ صحیح بات پر کسی کی نہیں سنتی تھی۔

"بلال! کچرے والا پیسے بڑھانے کو کہہ رہا ہے۔" فرحانہ نے بلال کے کان میں بات ڈالی۔

"ارے کہنے دو، کہہ رہا ہے تو پورے ساٹھ روپے لیتا ہے۔ غضب خدا کا گندگی اٹھانا بھی کمال ہو گیا۔" اماں فوراً میدان میں اتر آئیں۔

"اماں! دو دن یہ گندگی نہ اٹھے تو متعفن ہو جائے آپکا مہکتا گھر اور اگر بائیکاٹ کر دیں یہ لوگ تو ہم آپ ہزاروں بھی دینے پر تیار ہو جائیں مگر کچرا خود پھینکنے پر رضامند نہ ہوں۔" اس نے بہت نرمی سے کہا تھا مگر اماں برامان کر اندر چلی گئیں۔

بلال نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور شہریار کا بیگ اس نے کاندھوں پر لٹکا کر اسے ساتھ لئے باہر نکل گئے۔ مزہ بھی کالج چلی گئی تو وہ خاموشی سے ڈائینگ ٹیبل کی چیر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہیں بھابھی!؟ رخصتی چائے کا کپ لئے کچن سے باہر آئی۔"

"کچھ خاص نہیں۔ اماں کچرے والے کے پیسے بڑھانے پر تیار نہیں۔" اس نے گہری سانس لی۔

"پرانی بات ہے۔" وہ بے حسی سے کہتے ہوئے اخبار دیکھنے لگی۔

"مگر جائز کام میں رکاوٹ کیوں؟ میں اس کے پیسے بڑھاؤں گی۔ مزہ بھی یہی کہہ رہی تھی۔"

اماں سنیں گی تو برامانیں گی۔ رخصتی نے کہا۔

"اماں کی چار باتیں میں سر جھکا کر سن سکتی ہوں۔"

پرانی بات ہے ناں؟ "وہ مسکرائی تو رخصتی خاموش ہو گئی۔

"کیا سوچنے لگی؟" اس نے ٹیبل بجائی تو وہ اچانک مسکرا دی۔

"کچھ نہیں۔"

ارے سوچو سوچنے کے لیے بہت کچھ ہے 'سامعہ باجی آرہی ہیں اس ہفتے رہنے کے لیے۔' سامعہ فرحانہ اور رخصتی کی مشترکہ نند تھیں۔

"ہیں؟ اماں نے کہا ہے؟" اس نے ہڑبڑا کر دیکھا تو وہ سر ہلا کر ہنس دی۔ "خدا کی قسم! یہ عورتیں جتنا ساس

نندوں سے ڈرتی ہیں اگر اس کا ایک فیصد بھی رب سے ڈرنے لگیں تو ان کی نیا پار ہو جائے۔"

"کیا کریں بھائی ڈرنا پڑتا ہے سب آپ کی طرح نہیں ہوتے ناں۔" وہ بے زاری سے بولی۔
 "چلو اٹھو بہت ہو گیس گپیں اب دن بھگتاؤ آج کا۔ ڈھیر لگا کاموں کا رہے نام اللہ کا۔" فرحانہ نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ جلدی جلدی چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

#####

بھابھی صدف کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔ چلیں گی ذرا؟" رخصتی نے صحن میں چادریں دھونے کے دوران اس سے پوچھا۔

"بالکل چلیں گے جناب! سکول نہیں گئی ہے نا؟ وہ سو رہی ہے کیا۔" فرحانہ نے پانی کا نل چلایا۔
 جی بس یہ کام نمٹاؤں تو پھر اسے اٹھاتی ہوں۔ رخصتی نے کہا۔

"تم رہنے دو میں چادریں پھیلا لوں گی۔ صدف کو اٹھا کر کچھ کھلا لو پھر چلتے ہیں۔ میں بھی نہا کر ذرا فریش ہو جاتی ہوں۔" فرحانہ نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اندر چلی گئی۔ وہ جب فریش ہو کر آئی تو وہ دونوں بھی تیار تھیں۔ زرد رنگ کے فرائک میں نڈھال سی صدف اور بھی زرد لگ رہی تھی۔ اس نے بے اختیار اسے پیار کیا۔

"اماں سے کہہ کر آتی ہوں۔" رخصتی اندر جانے لگی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ دو تین منٹ بعد وہ باہر آئی تو اس کا منہ اترا ہوا تھا۔ فرحانہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

"اماں کہہ رہی ہیں ایسی کون سی مصیبت پڑی ہے، شام میں جمال کے ساتھ چلی جانا۔" رخصتی کا جملہ مکمل ہوتے ہی اماں کمرے سے باہر آئیں۔

"ارے ایسی کون سی بات کر دی میں نے جو منہ سجالیا تم نے ذرا صبر، برداشت نہیں تم لڑکیوں میں، ایک ذرا سا بخار ہے ناں؟ اتر جائے گا۔ نہیں اتر تو شام تک لے جانا ڈاکٹر کے پاس۔" اماں نے رخصتی کو ہی مخاطب کیا

تھا۔ فرحانہ کی نظر صدف کے اترے ہوئے چہرے پر پڑی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی اماں کی طرف بڑھی تھی۔ دھیرے سے انکا ہاتھ تھا ما اور قریبی صوفے پر بٹھا دیا۔
 "میں کچھ کہوں اماں؟"

ہاں! ہاں! کہو تم! تم کیوں چپ رہو گی بھلا؟" وہ طنز ای کہ رہی تھیں مگر لہجہ نسبتاً بہتر تھا۔
 "آپ کا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ آپ سے زیادہ کوئی صدف کا بھلا سوچ سکتا ہے؟ لیکن اگر یہ دوا بھی شروع کر دے گی تو شام تک تیسری خوراک بھی کھالے گی اور یقیناً بہتر محسوس کرے گی۔ اماں چند لمحے خاموش رہیں پھر کہنے لگیں۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ مگر ساتھ تو تم ہی چلی جاؤ میرے جوڑوں کا درد۔ کہاں اتنی دور چل پاؤں گی میں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھیں اور صدف کو پیار کر کے اندر چلی گئیں۔ رخصتی منہ کھولے حیرت کے سمندر میں غرق تھی۔
 "منہ بند کرو اور آگے بڑھو۔" فرحانہ نے رخصتی کو تھپتھپایا۔
 "مجزہ!" وہ آگے بڑھتے ہوئے دھیرے سے بڑبڑائی۔

"عقل کو استعمال کرنا سیکھو اور ساتھ میں یہ جو چمڑاٹ ہے منہ میں اسے اپنے حق میں بلانا بھی، دن رات مجزے ہوا کریں گے۔" اس نے لتاڑا۔

"اپنی حق بات کو آگے پہنچانے کے بعد اسے منوانے کے لیے تھوڑا صبر و تحمل اور نرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر انسان بات سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تم کہا ضرور کرو۔ پیار و محبت سے بات کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

#####

فریدہ بری طرح چھینکتی کھانستی برآمد ہوئی تھی۔ مزہ نے فروٹ سلاد بناتے ہوئے سراٹھا کر اسے دیکھا۔

"خریت؟" فریدہ انکے گھر کام کرنے آتی تھی۔

"جی اماں جی نے آج اوپر والے فلور کی صفائی کروائی تھی۔ پچاس روپے بھی دیئے ہیں۔" اس نے کوفت سے پہلے اسے اور پھر رختی کو دیکھا وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"چھوڑو مزہ! اس کے لیے پچاس روپے ہر مرض کی دوا ہیں۔"

"ہفتے میں ایک بار پورے فلور اور واشرومز کی صفائی اور مہینے کے آخر میں پچاس روپے؟ فریدہ یہ پچاس روپے ہفتے میں ایک بار صفائی کے ہوئے۔ مہینے میں 200 بنتے ہیں تمہارے۔" مزہ نے بیزاری سے کہا تو وہ خاموش سی ہو گئی پھر کہنے لگی۔

"معلوم ہے جی! پر کیا کریں زیادہ ہاں ناں کروں تو اس سے بھی جاؤں ناں؟"

"بس اتنا ہی یقین ہے اپنے رب سوہنے پر؟ ظلم و زیادتی سہنا بھی جرم ہوتا ہے۔ غلط کو غلط کہنا چاہیے۔ جو نہیں سمجھتا اسے سمجھانا چاہیے۔ ایسا سوہنے رب کا فرمان ہے۔"

وہ اپنی فطرت سے مجبور تھی اور اس وقت تو دو محاز پر ایک ساتھ لڑنے کا موقع مل رہا تھا۔ رختی کے چہرے

پراتے جاتے رنگ دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اسے بھی سنا رہی ہے۔

"زیادتی کرنے والا زیادتی کر کے گنہگار ٹھہرتا ہے اور جس پر زیادتی کی جارہی ہو اگر وہ اسے یہ احساس دلائے تو

شائد وہ زیادتی کرنے سے باز آجائے اور اللہ کی بارگاہ میں معاف کر دیا جائے۔ اس طرح مظلوم اپنا حق بھی بچاتا

ہے اور ایک انسان کو روز آخرت سزا کے عذاب سے بھی۔ یہ ضروری ہے۔ تم اماں سے بات کرو اور انہیں

سمجھاؤ۔" اتنا کہ کر مزہ خاموش ہو گئی فریدہ چند لمحے چپ چاپ بیٹھی رہی پھر سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاں باجی بات تو ٹھیک ہے آپ کی، اگلی بار میں کہوں گی اماں سے۔" اس کے لیے اتنا بھی بہت تھا کہ وہ قائل

تو ہوئی۔ رختی سوچ میں ڈوبی کام میں مگن تھی۔

#####

"شہریار! چلو پیٹا دیر ہو رہی ہے۔" فرحانہ نے جلدی جلدی اس کا لنچ باکس بیگ میں ڈالا اور بیگ بوتل ہاتھ میں لے کر اسے آوازیں دیتی باہر آگئی آج اسے اسکول کی طرف سے P.F میوزیم جانا تھا اس لیے دیر سے اسکول جانا تھا ورنہ یہ ڈیوٹی تو بلال کی تھی جو آج مزہ کو سرانجام دینی تھی۔

"چلیں جناب۔" وہ باہر نکلے تو ٹیکسی اسٹینڈ پر فرازا اپنے مخصوص انداز میں کھڑا تھا۔

"چل رہے ہیں؟" اس نے نزدیک جا کر اسے مخاطب کیا دھیرے سے سر ہلا کر اس نے پیچھے کا دروازہ کھولا اور

ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ دوران سفر وہ بالکل خاموش تھی۔ فراز شہریار سے ہلکی پھلکی گپ شپ کر رہا تھا۔

"شہریار بہت سمجھدار ہے۔" اچانک اس نے مزہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں آپکا بھی سوا سیر ہے باتوں میں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسے لپیٹا۔

"کیوں نہیں آپکا بھتیجا جو ہوا ویسے میں نے کب کہا میں "سیر" ہوں۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر اس نے دوبارہ

مزہ کو مخاطب کیا۔

"کل رات ایک لڑکا آیا تھا۔ سیگریٹ بنانے والی کمپنی کی طرف سے کمپنی کی ڈھیروں تعریفوں کے بعد ایک

پیکٹ مفت دے کر گیا ہے۔ آزمانے کے لیے۔" سیگریٹ کے کش لے کر وہ بہت پرسکون انداز میں کہہ رہا

تھا۔

اس نے چونک کر اسے دیکھا اس نے مزہ کو پن کیا تھا وہ سلگ کر رہ گئی۔

"ہاں ضرور آیا ہو گا۔ جب لوگوں کو مرنے پر اعتراض نہیں تو زہر مفت ہی بٹے گا۔ ایسے مزا آتا ہے تو ایسے ہی

سہی۔"

اس کی باتوں پر اس نے سنجیدہ نظر مزہ پر ڈالی مگر خاموش رہا۔ جانے کیوں اس کا بولنا اچھا لگتا تھا۔ کہیں تیرگی

تیراڑ کر بھی نشانے لگے
دھیرے دھیرے گنگناتے ہوئے وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

"شاعر حضرات بھی جانے کس دھن میں کیا کہہ جاتے ہیں اور سننے والے کے دل جانے کس دھن میں جھوم جاتے ہیں۔ لمحہ بھر کی بات ہوتی ہے فریکوئنسی ایسے ملتی ہے لگتا ہے ہم بھی تو یہی کہنا چاہتے تھے!" وہ اپنے کپڑے استری کر کے ہینگر کر رہی تھی۔ گہری سانس لے کر استری آف کرنے لگی۔

"مزہ" کمرے کا دروازہ دھڑے سے کھلا اور رخصتی بو کھلائی ہوئی اندر آئی۔

"خیریت چھوٹی بھابھی! کیا ہوا؟ مزہ اسکی بو کھلا ہٹ پر پریشان ہوئی۔

"اماں کہاں ہیں؟ وہ اصل میں امی کا السر پھٹ گیا ہے۔ آئٹمہ کا فون آیا تھا ابھی۔ وہ ہسپتال میں ہیں۔ خون کی الٹیاں ہونے لگی تھیں انہیں۔ بے تحاشا خون ضائع ہوا ہے۔" وہ کہتے کہتے رونے لگی۔

"اماں تو سامعہ باجی کی طرف گئیں ہیں۔ آپ رونادھونا چھوڑیں اور نکلنے کی کریں۔ میں چل رہی ہوں ساتھ، جمال بھائی کو راستے میں موبائل سے فون کر دیں گے۔ بڑی بھابھی کو انفارم کر دیں۔" اس نے جلدی جلدی اپنا اسکارف اور گاؤن لیا اور رخصتی سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر آگئی۔

"اماں کو بتائے بغیر؟" رخصتی کی سوئی اٹکی ہوئی تھی۔

"خدا کے لیے بھابھی! میری اماں جلا د نہیں ہیں" اس نے خفگی سے رخصتی کو دیکھا تھا۔ وہ خاموشی سے پلٹ گئی فرحانہ کو بتانے کے لیے۔

###

وہ لوگ ہسپتال پہنچے تو مہرا نسا کا ٹریٹمنٹ چل رہا تھا، فراز اور آئٹمہ باہر لاؤنچ میں پریشان کھڑے تھے۔

"یہ سب کیسے ہوا؟" رخصتی نے تیزی سے آئٹمہ تک پہنچتے ہی پہلا سوال کیا تھا۔

چھٹتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ بہت سادہ سی یہ لڑکی اپنے لہجے میں مسیحائی کا ہنر رکھتی تھی اس سے باتیں کر کے سکون محسوس ہوتا تھا۔

"ہمارے رائٹر کو چاہیے کہ اس موضوع پر لکھیں بار بار لکھیں ہر انداز سے ہر محاذ پر لکھیں بہت زور ہے قلم میں قوموں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں اس کے دم سے۔" مزہ کو لکھنے کا شغف تھا یہ بات فراز کے علم میں تھی اس لیے فراز نے سگریٹ پھینکتے ہوئے کہا۔

"مانتی ہوں آپکی بات لیکن میں نے آپ کو دیکھا، آپ کو روکا کہ شاید آپ کو بچا سکوں غلط کہہ سکتے ہیں مجھے؟ اس نے بغور اسے دیکھا۔

"نہیں آپکی ساری باتیں درست ہیں۔"

"پھر؟" اس نے اکسایا۔

"اوکے۔ کوشش کروں گا چھوڑنے کی۔" کیب سکول کے سامنے روکتے ہوئے اس نے کہا۔ وہ جانتی تھی وہ اسے بہلا رہا ہے۔

"تھینکس! اور گھر جا کر سب بھول کر سب سے پہلے اسی سگریٹ کے ڈبے کا افتتاح کرنا جو وہ لڑکا دے کر گیا ہے مفت۔" اس نے شہریار کا بیگ اور بوتل ہاتھ میں لیا اور باہر آگئی۔

"نہیں اس میں سے ایک نہیں پیوں گا۔" اس نے مسکراہٹ ضبط کی تھی گویا۔

"ہاں بس ایک مت پینا۔" وہ جانے کیوں سلگ جاتی تھی اس کی باتوں پر۔ وہ ہنس پر اور شہریار کے اترتے ہی کیب آگے بڑھا کر لے گیا۔

#####

اپنی قسمت سے ہے مفر کس کو

"بس آپ 1 ایک بلڈ ٹیسٹ ہونا تھا امی کا گزشتہ تین ماہ سے رکھا ہوا تھا۔ جو دوائیں وہ کھاتی تھیں ان میں سے

کسی کا غلط اثر ہو گیا ہے۔" آئمہ کے آنسوؤں کو جیسے بہنے کا بہانہ ملا تھا۔

"وقت پر کیوں نہیں کرایا ٹیسٹ۔ اتنے لاپرواہ ہو گئے ہو تم لوگ امی ابو کی صحت کی طرف سے؟" رخصتی نے

فراز کی طرف شکایتی نگاہ ڈالی۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور نگاہیں زمین پر جم کر رکھی

تھیں۔ رخصتی کی بات پر اس نے محض ایک خاموش نگاہ ڈالی اور دوبارہ زمین پر جمالی۔

آج ہی تو ایک جگہ انٹرویو دے کر آیا تھا۔ اور بے حد پر امید بھی تھا 'شائد مدتوں بعد اچھی امید کا کوئی سراہا تھا آیا

تھا اور آج ہی امی کی یہ حالت ہو گئی۔ زندگی میں پہلی بار قرض مانگا تھا اس نے کسی سے۔ ایک بھائی جو روز

کروڑوں کی ڈیکنگ کر رہا تھا اسے ابھی تک آکر احوال پوچھنے کا وقت نہیں ملا تھا۔

بہنیں شادی کے بعد اپنی ذات میں اتنی گم تھیں کہ والدین ان کے لیے صرف سسرال میں ہونے والے

مصائب و آلام کے سامع تھے۔ میکہ ان کی آرام گاہ اور چھوٹے بہن بھائی تنقید اور الزامات کے تیر سہنے والے

تختہ مشق۔

"سوری فراز! میرا یہ مطلب تھا کہ۔" وہ ایک سرسری

نگاہ کافی تھی رخصتی بری طرح شرمندہ ہوئی۔ مزہ گہری سانس لے کر رہ گئی (کہنے کے بعد احساس کرتی

ہیں۔ ہماری چھوٹی کا جواب نہیں۔)

تم مشق ستم جاری رکھو بے کار پشیمیاں ہوتے ہو

ہے اس کی جگہ میرے دل میں جو تیر خطا ہو جاتا ہے

فراز دھیرے سے مسکرایا تھا۔ اسی وقت نرس نے آکر کچھ انجکشنز اور دوائیں لانے کو کہا تو وہ پرچہ تھام

کر سیڑھیاں اتر گیا۔

"ایک بات کہوں آپ سے اگر آپ برا نہ مانیں؟" مزہ نے جانے سے پہلے فراز کو مخاطب کیا تھا۔

"جی ضرور میں برا ماننے والی جس سے محروم ہوں۔ بے فکر ہو کر کہہ دیں۔" اس کے لہجے میں مخصوص سختی

مفقود تھی۔

"اگر فنا نشیلی پر اہلم ہے تو میرے پاس کچھ سیونگ ہے۔ میں آپ کے کام آسکوں تو خوشی محسوس کروں

گی۔" مزہ کی بات پر وہ کچھ نہیں کہہ سکا۔ چپ چاپ دیکھتا رہا اسے یہاں تک کہ مزہ گھبرانے لگی۔

"فراز! آپ غلط نہ سمجھیں میں۔"

"تھی فنا نشیلی پر اہلم۔ اب نہیں ہے۔ قرض لے لیا ہے کسی سے میں نے۔" فراز نے نگاہوں کا زاویہ بدل

لیا تھا اپنائیت تو محض ایک احساس ہے اس کے لیے خونی رشتہ ہونا ضروری نہیں۔ درد سمجھنے کے لیے صرف

درد مند دل چاہیے ہوتا ہے۔

تیرے جہاں میں ایسا نہیں کہ پیار نہ ہو

جہاں امید ہو اس کی وہاں نہیں ملتا!

"فراز! تم نے قرض کیوں لیا، ہم سے بات کرتے۔" عذرا تھوڑی دیر قبل ہی آئی تھی اور یہ بات سن

کر خفا سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اسے بات اپنوں کی بجائے غیروں سے کہنے کی عادت ہے۔ بہت خوددار ہے آپ کا بھائی۔"

ارم اور حنیف خانہ پری کی غرض سے آپہنچے تھے اور ارم اپنا پسندیدہ فعل انجام دے رہی تھیں

جو ظاہر ہے فراز کے نیچے ادھیڑنے کے سوا کیا ہو سکتا تھا؟ مگر اس وقت لپیٹ میں مزہ بھی آئی تھی اور وہ ارم

کی بات پر گڑ کر رہ گئی۔ فراز نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ارے پیشگی مبارک ہو بھئی۔ انشاء اللہ آپ کے حق میں بہت اچھا ہو گا سب۔ آپ نے گھر میں بتایا؟" وہ بلا ارادہ ہی پوچھ گئی۔

"فی الحال تو نہیں بتا سکا ہوں امی صحت یاب ہو جائیں تو انہیں سناؤں گا یہ خبر پہلے فائل ہو جائے پھر۔" فراز نے جواب دیا۔

"تو آپ سب سے پہلے مجھے سنا رہے ہیں یہ خبر۔ کیوں" مزمنہ نے اچانک ہی رک کر سوال کر دیا۔

"یو نہی کوئی خاص وجہ نہیں۔" وہ الجھن بھرے انداز میں مسکرایا تھا۔ مزمنہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"فراز میں گھر چلی جاؤں گی۔ آپ رہنے دیں پلیز یہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔" وہ پلٹ گئی فراز خاموش رہا مزمنہ جس دن وجہ مجھ پر واضح ہو جائے گی۔ میں ضرور بتاؤں گا ابھی تو میں خود اپنے لیے کسی مقام کا تعین نہیں کر پایا ہوں۔

سب کی ملی جلی کوشش اور دیکھ بھال سے مہر النساء جلد ہی سنبھل گئیں۔ عصمت جہاں اس دوران دوبار ان سے ملنے آئیں۔ رخصتی بے حد حیران تھی۔

"بھابھی! زندگی میں صرف دو چیزیں شمار ہوتی ہیں، ایک ارادہ اور دوسرا اس ارادے پر عمل پیرا ہونا۔ اگر آپ صحیح ہیں تو پہلے خود کو یقین دلائیں کہ آپ صحیح ہیں اور پھر دیکھیں کہ لوگ آپ کو صحیح ماننے پر کیسے مجبور ہوتے ہیں۔" مہر النساء کے پاس بیٹھی عصمت جہاں کو دیکھتے ہوئے مزمنہ نے رخصتی سے کہا تھا۔

اسی وقت فراز گیٹ سے اندر آیا تھا۔ اس کی جاب شروع ہو گئی تھی۔ بہت عرصے بعد اسے سکون و اطمینان نصیب ہوا تھا۔

"جو میرے دل کے درد کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ آپ کے لیے غیر ہو گا میرے لیے تو نہیں ہو سکتا۔" مزمنہ کو لگا جیسے بھری دھوپ میں کسی نے سر پر چھاؤں کر دی ہو۔ سب کو اس جواب پر جیسے سانپ سو نگھ گیا ہو۔

"میں چلتی ہو بھابھی! آؤں گی پھر آنٹی کی خیریت لینے۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اللہ حافظ" اس نے سرسری سی نگاہ سب پر ڈالی اور پلٹنے لگی۔

"آئیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔" فراز تیز تیز قدم اٹھا کر اس کے ساتھ آگیا۔

"سوری فراز! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری بات کو اس طرح لیا جائے گا۔" مزمنہ نے اسے مخاطب کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"آپ سوری مت کریں آپ کو سوٹ نہیں کرتا۔" اتنا نرم لہجہ؟ مزمنہ کو لگا مارے حیرت کے فوت ہو جائے گی۔

"کیوں؟"

بڑا زور آور سا انداز ہے نا آپ کا اس لیے۔" فراز نے بے حد سادگی سے کہا اسے ہنسی آگئی۔

"سگریٹ پینے ہر ٹوکا ہے آپ کو اس لیے؟" وہ چپ چاپ چلتا رہا کوئی جواب نہ دیا۔

"پھر تو آپ بھی کم نہیں۔ زبردست بحث کرتے ہیں۔ ویسے سگریٹ کی کمپنیز کے بارے میں ایک چھوٹا سا آرٹیکل لکھا ہے میں نے۔ پڑھیں گے آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور" اس نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "مزمنہ! آج ایک جگہ انٹرویو دے کر آیا ہوں میں، امید ہے کہ یہ جاب مل جائے گی مجھے۔ بہت اچھی پوسٹ تو نہیں ہے مگر کمپنی اچھی ہے خاصا اسکوپ ہے آگے جانے کا۔"

"اچھا؟ تم کس مقام پر خود کو درست ثابت کرنا چاہتی ہو؟" رخش نے اسے بغور دیکھا۔ وہ فرازا اور عصمت جہاں کی ملاقات کا منظر دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کچھ نہ کہا جواباً۔

"چلیں یا آپ! اچھی سی چائے پلائیں میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟" رخش سے بات کرتے ہوئے اس نے مزہ کو بھی مخاطب کیا۔

"وعلیکم السلام۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کی جاب کیسی چل رہی ہے۔؟"

آف وائٹ کاٹن کے سوٹ میں دکتی رنگت والی یہ لڑکی ہمیشہ کی طرح سادہ اور باوقار سی لگ رہی تھی۔ بلا ارادہ ہی وہ کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا رخش نے حیرت سے بھائی کو دیکھا تھا پھر جیسے کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔

"میری جاب اے ون چل رہی ہے۔ آپ سنائیں؟ آج کتنے کے سر پھوڑے اور کتنوں کی سمتیں درست کیں؟" وہ مسکرایا تو مزہ بھی ہنس پڑی۔

"میری کوششیں اتنی بار آور بھی ثابت نہیں ہوتیں۔ ڈھیٹ قوم ہے ہماری۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے قطرہ بھی مسلسل گرتا رہے تو پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے۔ آپ کی کامیابی کا ایک ثبوت میں ہوں۔" فریش لہجے میں کہتا ہوا وہ خاصا مختلف سا لگا۔

"کیسے؟" مزہ لہجہ۔

"جس دن سے جاب شروع ہوئی ہے سگریٹ نہیں پی میں نے۔ آج آٹھواں دن ہے۔" مزہ حیران رہ گئی۔

"اچھا مایوسی کے بادل چھٹے ہوئے لگ رہے ہیں۔" وہ مسکرائی تو فرازا بھی ہنس دیا۔

"اگلے ہفتے امی کا ارادہ ہے آپ لوگوں کی طرف آنے کا۔ آنٹی کئی بار بلا چکی ہیں۔ امی کہہ رہی تھیں صحت یابی کے بعد دونوں بیٹیوں کے گھر جاؤں گی۔" آثمہ نے چائے کی ٹرے لا کر رکھی اور مزہ کو بتایا فرازا اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے چلا گیا تھا۔ مزہ کچھ سوچنے لگی۔

"ابو! کیا آپ ہمیشہ خفا رہیں گے مجھ سے؟ اتنی بڑی غلطی تو نہیں تھی میری۔"

آج حنیف بہت دنوں بعد اکیلا آیا تھا۔ ڈھلتی عمر کے ساتھ شاید ضمیر کا بوجھ بڑھنے لگا تھا یا شاید کامیابی کی آخری حدوں کو چھونے کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تھا۔ زبیری صاحب پہلے سے بہت بہتر تھے۔ تھوڑا بہت بات چیت کر لیتے تھے بیٹے کی جانب بیت دکھ سے دیکھا تھا انہوں نے کئی سال بعد جو سوال وہ کر رہا تھا، اس کے جواب میں کاش وہ اسے ان افیت بھرے لمحات کی ایک جھلک دیکھا سکتے جن سے اسے اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوتا۔

کبھی نرمی کبھی سختی کبھی عجلت کبھی دیر!

وقت اے دوست! بہر حال گزر جاتا ہے

لمحہ لمحہ لگتا ہے کبھی اک اک سال

اور کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتے ہیں

وقت بھلا منتظر رہتا ہے کسی کا؟ اسے گزرنا تھا گزر گیا۔ ذمہ داری سے منہ موڑنے والا بھی حیات ہے اور ذمہ

داری پوری کرنے والا بھی، بے حسی کے سمندر میں غرق اپنی ہستی کو بنانے کی دھن میں اپنوں

کو روند ڈالنے والے نے جب تھک کر قدم روکے تو پیچھے مڑ کر دیکھنے پر تنہائی اور اکیلا پن تھا استقبال

کرنے کو اور جس نے اپنی ہستی کو مٹا کر اپنوں کو کلیجے سے لگا کے رکھا۔

زیریں صاحب باہر سے آتی کھلکھلاہٹوں کو سن رہے تھے جو فراز کے گھر میں داخل ہونے کے بعد شروع ہوئی تھیں۔ فرق تھا بہت فرق تھا و افراد کی زندگی کی شروعات میں بھی اور انجام میں بھی۔ کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ انہوں نے رب ذوالجلال پر چھوڑا اور حنیف کے سر پر لرزتا ہوا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"السلام علیکم بھیا! ارے آپ اکیلے کیوں بھئی؟ ہمارے شہزادے کہاں ہیں؟" شاہپرز سے لدا بھندا بہنوں کے جھرمٹ میں چمکتا۔ ہنستا مسکراتا فراز اندر داخل ہوا تھا۔

دولت اور حشمت سے مالا مال ہونے کے باوجود حنیف نے اس لمحے دل کے ایک کونے میں سنائے کی گونج محسوس کی تھی۔

"فراز کو پہلی تنخواہ ملی ہے آج۔ خدا میرے بچے کو کامیابیاں دے۔ بہت کچھ سہا ہے اس نے۔ یہاں تک کے میں بھی بدگمان ہو جاتی تھی اکثر۔" مہر النساء آنکھوں میں نمی لے کر سسکا اٹھیں۔

فراز نے انہیں بازو کے گھیرے میں لے لیا تھا۔ "آپ کی دعائیں ہیں امی، جنہوں نے میری نیا پار لگائی ہے۔ خدا مجھے معاف کرے۔ میں نے مایوسی کے اندھیروں سے گھبرا کر اکثر ناشکر گزاری کے کلمات کہے ہیں۔" وہ نم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

اے جذبہ دل گر میں چاہوں

ہر چیز مقابل آجائے

رخشی نے بغور اس کی گنگناہٹ کو سنا اور پلٹ کر انتہائی لگن سے ایک ایک ڈیکوریشن پیس کو صاف کرتی مزہ کو دیکھا۔

سچی کھری، صاف دل اور صاف گوئی یہ لڑکی کتنی مطمئن اور پرسکون رہتی تھی۔ دوسروں کے لیے اچھے جذبات رکھنے کے علاوہ اپنے راستوں کے چراغ جلانے بھی جانتی تھی۔ یقیناً اس کے حساس اور محبت بھرا دل رکھنے والے بھائی کے ساتھ بہت جچتی۔

"آج امی وغیرہ کے آنے کا پروگرام ہے شام میں۔ اماں کہتی ہیں رات کو کھانے پر بلا لو۔" رخشی نے اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر دیکھا۔

"ٹھیک کہتی ہیں اماں! آپ آنٹی اتنے دنوں بعد بھی تو آرہی ہیں ناں۔" مزہ مسکرائی۔

"تھینک یو مزہ! تم اگر ماں کو قائل نہ کرتیں تو شاید یہ سب ممکن نہ ہوتا۔"

"آپ بھی اگر چاہتیں تو ہماری اماں سے یہ سب کروا سکتی تھیں۔ آپ نے شروع سے ان کو پتھر کا بت سمجھ لیا ہے جس اور سننے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم، ساس اور بہو کے درمیان دوری پیدا کرنے کی واحد وجہ باہمی بات چیت کی کمی ہوتی ہے ماں اور بیٹی کے درمیان "لاڈ اور مان" ہوتا ہے اور ساس بہو کے درمیان "انا اور بھرم" بس یہیں مشکل ہوتی ہے۔ ورنہ ہر عورت ایک حساس اور محبت بھرا دل رکھتی ہے۔ آپ جس طرح اپنی امی کی ناراضی پہ ان کے گرد محبت سے بانہیں جمائیں کر کے انہیں مناتی ہیں کبھی ہماری اماں کو منایا اس طرح؟" مزہ کی بات پر وہ خاموش رہی۔

"اماں نظریاتی طور پر مختلف سوچ رکھتی ہیں ہر انسان کی طرح لیکن غلط سوچ نرم رویے کے ساتھ بدلی جاسکتی ہے۔"

"مانتی ہوں، تمہاری بات بالکل درست ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔ تو مزہ مسکرا دی۔

"اچھا اتنا برا منہ نہ بنائیں۔ میکے والے آرہے ہیں ذرا جذبول کو آواز دیں۔ زبردست ساڈنر تیار کرتے ہیں مل کر۔ کیا خیال ہے؟"

"لیکن فراز تو نہیں آئے گا۔" رخصتی نے کہا تو مزمنہ نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ اس کی دل کی خواہش ساتھ آرہی ہے۔" رخصتی کے ہونٹوں پر شیریں مسکراہٹ چمکی تھی۔

"دل کی خواہش؟ وہ کیا؟" وہ مزید الجھ گئی۔

"اپنے دل سے پوچھو۔" رخصتی نے دھیرے سے اس کا گال تھپتھپایا اور باہر نکل گئی۔

"ارے باجی! کیا بتاؤں پہلے تو اماں نے خوب جھاڑا مجھے کہ میرا دماغ اونچا ہو گیا ہے خواہ مخواہ پیسے کار و نارتی

ہوں۔ مگر جب میں نے انہیں اپنے بچوں کے فاقوں کا حال سنایا اور میاں کی کام چوری کا بتایا، جھٹ میری

طرف داری کرنے لگیں۔ اس بار تو پیسے بھی پورے دیے ہیں جی! "مزمنہ نے کچن میں قدم رکھا تو فریدہ اپنے

قصے سنارہی تھی۔ ساتھ ہی پھرتی سے جھاڑو بھی لگا رہی تھی۔

"مزمنہ باجی ٹھیک کہتی ہیں۔ بندے کو اپنے حق میں ضرور بولنا چاہیے۔ اللہ ان کو اجر دے، ان کی وجہ

سے میرا بڑا بھلا ہو گیا ہے اور جگہوں پر بھی میں نے تنخواہ بڑھانے کی بات کی ہے اگر یہ نہ سمجھاتیں تو میں

کہاں سمجھتی بھلا؟" مخصوص انداز میں دعائیں دیتی وہ اپنے کام میں مگن تھی۔

"جو اجر مجھے ملا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کیا مل سکتا تھا بھلا؟ ایک پر خلوص سے انسان کی طرف

سے چاہے جانے کا احساس۔ یہ اثاثہ کافی تھا عمر بھر کے لیے، بھلے اس کا ساتھ ملے یا نہ ملے۔" مزمنہ نے بہت

جذب کے ساتھ سوچا تھا۔

"میں فراز سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔" عصمت جہاں کی بات پر مہر النساء خاموش سی ہو گئی تھیں۔ وہ

لوگ کافی دیر سے گپ شپ لگا رہے تھے کھانے کے بعد مہر النساء نے اپنا مدعا بیان کیا تو عصمت جہاں نے کچھ

دیر کی خاموشی کے بعد کہا تھا۔

"ضرور کریں آنٹی! کوئی مضائقہ نہیں۔" مہر النساء کی خاموشی کو عذرانے سنبھالا تھا۔

"تو ایک دو دن میں آؤں گی۔ بھائی صاحب سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ کافی دنوں سے ملنا نہیں ہو سکا ان

سے۔" انہوں نے فی الحال کوئی جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

اور عصمت جہاں نے فراز سے زیری صاحب کے سامنے اپنے پچھلے رویے پر ندامت کا اظہار کیا تو سب ہی

دنگ رہ گئے۔۔

"ارے آنٹی پلیز! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ گستاخی تو میں نے کی تھی۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔" فراز ان

کے نم لہجے پر واقعی شرمندہ ہو گیا تھا۔

"نہیں بیٹا! اصل میں بعض اوقات ہم کسی کے احساسات کا خیال کیے بغیر جو دل چاہتا ہے کہہ جاتے ہیں۔ کسی

کے مشکل وقت میں اس کے کام آنا یا حوصلہ بڑھانا نہیں آتا۔ اس کی ہمت توڑنے اور راہ میں روڑے

اٹکانے میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ مجھ سے خطا ہوئی تھی اللہ مجھے معاف کرے اور تم بھی۔"

"بس بہن! بس کریں۔ بلال اور جمال کی طرح آپ کا بچہ ہے یہ بھی۔ کچھ کہہ بھی دیا آپ نے تو لعل نہیں

جھڑ گئے اس کے۔ ختم کریں اس قصے کو اور ہاں جیسا بھی ہے بس اسے اپنی فرزندگی میں لینے کی حامی

بھر لیں۔ اور تو میں کوئی دعوا نہیں کرتی مگر اپنی ذمہ داریوں سے پیچھے نہیں ہٹتا یہ کبھی۔ ان شاء اللہ مزمنہ

کو خوش رکھے گا بساط بھر۔" مہر النساء نے کہا۔

"مجھے پورا یقین ہے میری مزمنہ بہت خوش نصیب ہے جو اسے اس قدر سلجھے ہوئے لوگ مل

رہے ہیں۔" عصمت جہاں کی بات پر سب کے چہرے کھل اٹھے تھے اور فراز کے دل نے صرف ایک بار اس

سے ملاقات کی آرزو کی تھی جو پوری ہو گئی، جب مہر النساء نے فراز کو عصمت جہاں

کو گھر چھوڑنے کے لیے کہا۔

"یہاں تک آگئے ہو تو اندر بہن سے ملتے جاؤ۔" عصمت جہاں نے اسے اندر بلا یا تو وہ کچھ سوچ کر اندر آگیا۔

"تم بیٹھو میں رختی کو بھیجتی ہوں مجھے ذرا نماز پڑھنی ہے۔" وہ اندر چلی گئیں اسے لاؤنج میں بٹھا کر۔

"السلام علیکم ماما جان۔" صدف اور شہریار آگے پیچھے ہوئے آئے تھے۔ صدف کی طرح شیریں بھی اسے ماما ہی کہنے لگا تھا۔ وہ دونوں اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

"بڑی! چھوٹی! ارے سنبھالو اپنی اولادوں کو۔ کہاں ہو بھئی؟ دونوں نہیں سنتے میری۔" مزنہ بالکل گھریلو سے انداز میں دوپٹہ کمر میں کس کر برآمد ہوئی تھی۔

"بڑی؟ چھوٹی؟ یہ کون لوگ ہیں؟" فراز نے دلچسپی سے اس کے بے فکر انداز کو دیکھا اور بے تکلفی سے پوچھ لیا۔ مزنہ نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا اور قدرے سٹپا کر دوپٹہ طریقے سے لینے لگی۔

"السلام علیکم! آپ کب آئے؟"

"مدت ہو گئی۔ زمانہ گزر گیا۔ اٹھائیس انیتس سال تو کہیں نہیں گئے۔" وہ لطف لے رہا تھا۔

"میں یہ نہیں پوچھ رہی تھی۔ اچھا شرارتی ٹولہ یہاں براجمان ہے۔" اسکی نظر اچانک صدف اور شیریں پر پڑی تھی جو اسے دیکھتے ہی دوبارہ فرار ہو گئے۔

"کیا قصور ہو گیا ان معصوموں سے؟ کسی کو تو بخش دیا کریں۔" فراز مسکرایا تھا۔

"اماں سے ملاقات ہوئی آپ کی؟" اس قدر بے اختیاری کے عالم میں یہ سوال اس کے ہونٹوں سے ادا ہوا تھا کہ وہ خود کو کوس کر رہ گئی۔ بھلا یہ کوئی بات تھی پوچھنے والی، فراز کا قہقہہ بے حد بے ساختہ تھا۔

"جی ہاں، جناب ہو گئی۔ قبول کر لیا ہے انہوں نے مجھے اپنی فرزندگی میں۔"

"چائے پیئیں گے ناں آپ؟ میں بنا کر لاتی ہوں؟" وہ فرار ہونے کے منصوبے پر غور کرنے لگی۔

"وہ تو میں پی لوں گا مگر یہ بتائیں کہ آخر آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ آخر ایسا کیا ہو گیا ہے کہ دو منٹ

بیٹھنے کو تیار نہیں۔ کہاں تو آپ بیچ سڑک پر بے نقط سنایا کرتی ہیں۔" وہ ٹھیک ٹھاک

طریقے سے مزے لے رہا تھا اس کے نروس ہونے پر۔

"ایسی کوئی بات نہیں میں کوئی پریشان وریشان نہیں اور نہ ہی اتنی بدتمیز ہوں۔ کب سنایا میں نے آپ کو بیچ سڑک پر؟" مزنہ اپنے منصوبے پر دو حرف بھیج کر اس کے مقابل صوفے پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ سوچیں ذرا اس دن جو کچھ ہوا تھا، کیا وہ ایک مہذب معاشرے میں ہونا چاہیے؟" وہ اپنی مخصوص دھن پر "بجنا" شروع ہو چکی تھی۔

"بے شک نہیں ہونا چاہیے۔ مگر آج میں اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا پلیز!" فراز نے کہا تو وہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

"اچھا؟ پھر کس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

"تمہارا ساتھ تسلسل سے چاہیے مجھ کو

تھکن زمانے کی لمحوں میں کب اترتی ہے"

وہ بہت سنجیدہ تھا مگر مزنہ کو ہنسی آگئی۔

"ارے آپ نے ایسے اشعار کہاں پڑھنا شروع کر دیے؟ آپ کا تو اینگری ینگ مین والا اسٹائل

ہے، ہر شعر گویا پتھر کا جگر کاٹ دیتا ہے!" اس کی بات پر وہ مسکرا دیا۔

"اچھا؟"

ہم تو سمجھے تھے کہ پتھر کا جگر رکھتے ہیں آپ

کیا خبر تھی محبت کی نظر رکھتے ہیں آپ

"بس کر دیں! خدارا! میں حیرت سے فوت ہو جاؤں کیا؟" وہ پھر کھلکھلائی تھی۔

"ارے ابھی تو اظہارِ محبت باقی ہے ناں!" فراز نے کہا تو وہ اسی طرح ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"باقی رہنے دیں۔ کوئی جلدی نہیں مجھے۔ ویسے آپ کے سوال ایک جواب ہے میرے پاس۔" جاتے جاتے وہ پلٹی تھی۔

مرامنا کوئی مشکل نہیں ہے

تو جب چاہے مجھے زنجیر کر لے

کوئی جادو نہیں چلتا مجھ پر

محبت سے مجھے تسخیر کر لے

وہ اپنی بات کہہ کر پلٹ گئی اور فراز سوچ رہا تھا کہ بس محبت کا ہی تو ہنر چاہیے ہوتا ہے۔ پھر سفر میں کتنی بھی مشکلیں ہوں من چاہی منزل مل ہی جاتی ہے!